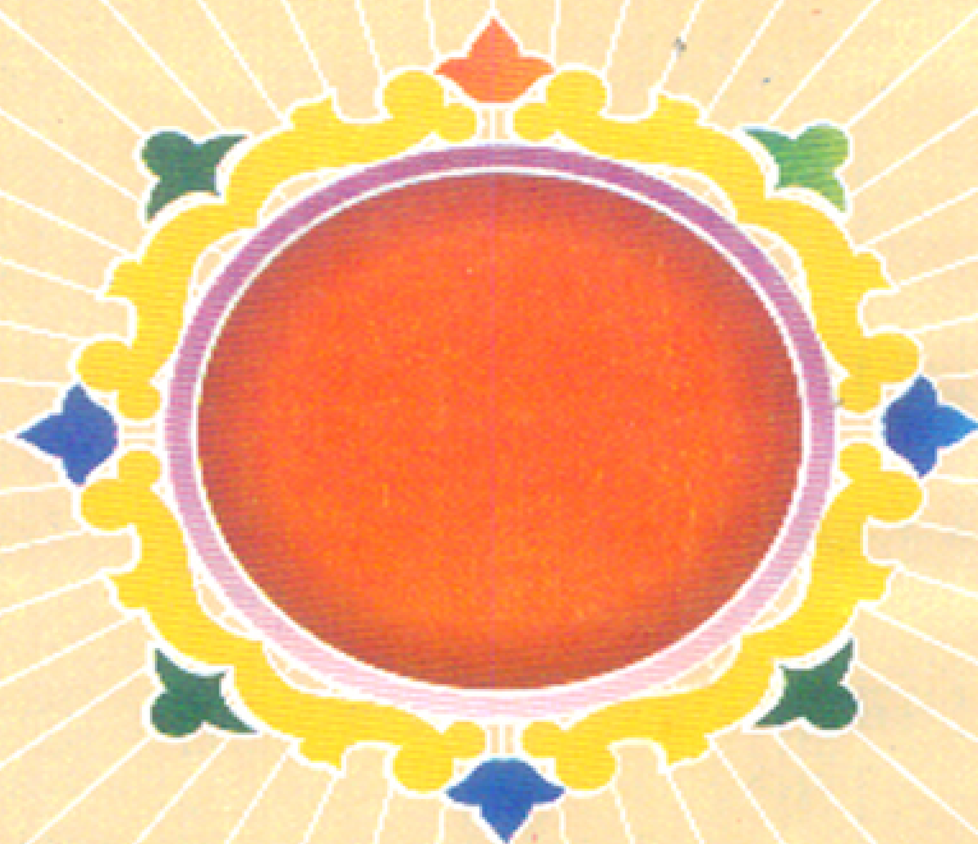
جامعہ حقانیہ کا ترجمان

ساہیوال
سرگودھا

مجلّہ الحقانیہ

صفر المظفر ۱۴۳۰ھ / فروری ۲۰۰۹ء



بانی جامعہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

صفر المظفر ۱۴۳۰ھ فروری ۲۰۰۹ء

☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینی مدارس کیلئے قابل قدر تحفہ

دینی مدارس، جامعات بلا شبہ اسلام کے قلعے ہیں اور عالم اسباب میں دین کی بقاء اور تحفظ کا مضبوط اور مؤثر ذریعہ ہیں دین کے مختلف شعبے چاہے ان کا تعلق وعظ ونصیحت اور تبلیغ سے ہو یا جہاد تعلیم وتعلم، تدریس وافتاء سے یہ سب دینی مدارس ہی کا فیض ہیں اور تمام دینی خدمات انہی مدارس دینیہ کی مرہون منت ہیں مدارس دینیہ کے فیض یافتگان اور فضلاء کرام حضرات علماء اور فقہاء، مبلغین کا معاشرہ میں جو کردار اور ان کی جو خدمات ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ان کی عظمت واہمیت کے اپنے بیگانے سب ہی معترف ہیں تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دینی مدارس کے طلباء وطالبات اور فضلاء میں جہاں ایک بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو دینی مدارس کے مقاصد کو پورے طور پر سمجھے ہوئے ہیں اور ان کے مطابق اپنی استعداد اور صلاحیتوں کو صرف کر کے مطلوبہ مقاصد کو حاصل کر رہے ہیں وہاں ایک بڑا طبقہ ان حضرات کا بھی موجود ہے جو صحیح طور پر ان مدارس کی روح کو سمجھ کر عمل کی طرف متوجہ نہیں ہے اس کا نقصان ظاہر وباہر ہے ادھر دینی مدارس پر اپنے اور غیروں کی جو متفقہ یلغار ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے ان حالات میں جہاں ارباب مدارس کو اپنے اپنے حالات کے مطابق جد وجہد کی ضرورت ہے اسی کے ساتھ ساتھ بعض اہم امور اور ادعیہ کے اہتمام کی طرف متوجہ ہونے کی اشد ضرورت ہے اسی احساس کے پیش نظر ہمارے مخدوم بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم نے دینی مدارس کیلئے ایک جامع دستور العمل مرتب فرمایا اس پر عمل سے امید ہے دینی مدارس کی افادیت میں اضافہ کے ساتھ طلباء وطالبات اور فضلاء کے احوال میں بھی خاطر خواہ انقلاب پیدا ہوگا۔

دستور العمل کی افادیت واہمیت کے پیش نظر اسے مجلّہ ''الحقانیہ'' کے ادارتی صفحات میں شائع کیا جارہا ہے ارباب مدارس کیلئے یہ ایک تحفہ اور نسخہ کیمیا ہے امید ہے کہ وہ اس کی قدر فرمائیں گے، واللہ الموفق والمعین۔ احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم

مدارس دینیہ کیلئے ایک دستور العمل

مدارس دینیہ میں طلباء کی دینی تعلیم کا اہتمام تو ہوتا ہے مگر ان کی اخلاقی تربیت کی طرف توجہ کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے طلباء میں دین کا ذوق اور رنگ نمایاں نہیں ہوتا۔ نہایت ادب کے ساتھ ارباب اہتمام اور اساتذہ کی خدمت میں ہم یہ گذارش کرتے ہیں کہ:

(۱) طلباء میں لباس دینی وضع قطع اور اخلاق کی تربیت کا اہتمام کیجئے۔

(۲) ٹخنے کھلے رکھنے کی عادت ڈالئے صرف نماز کے وقت نہیں بلکہ ہر وقت۔

(۳) ننگے سر پھرنے سے طلباء کو سختی سے منع کیجئے۔

(۴) نماز جماعت سے پڑھنے کی خاص تاکید کیجئے اس میں غفلت قابل مواخذہ ہونی چاہیے۔

(۵) جس اہتمام سے اساتذہ وضو کے مسائل پڑھاتے ہیں گاہے گاہے طلباء کو بٹھا کر وضو کرنا سکھایئے اور ان سے وضو کروا کر دیکھئے، عملی مشق اور اصلاح کیجئے۔

(۶) حفظ و ناظرہ کے درجات میں جیسے نماز سکھانے کا اہتمام ہوتا ہے بڑے طلباء کو بھی کبھی کبھی نماز اپنے سامنے پڑھوا کر دیکھئے غلطی ہو تو اصلاح کیجئے۔

(۷) اذان اور تکبیر کہنا سکھایئے اور بار بار پوری توجہ سے اذان کہلوا کر اور تکبیر کہلوا کر دیکھیں غلطی پر توجہ دلایئے۔

(۸) ہر عمل میں سنت پر عمل کی نگرانی بہت ضروری ہے۔

یقیناً ہماری انفرادی، اجتماعی، ملکی اور علاقائی تمام پریشانیوں کا حل رجوع الی اللہ میں ہے اسباب بھی کسی درجہ میں مفید ہوتے ہیں مگر نظر مسبب الاسباب پر ہونی ضروری ہے اس کیلئے طلباء بہت بڑا ذریعہ ہیں۔

روزانہ فجر کی نماز کے بعد یا مدرسہ کے تعلیمی اوقات شروع ہونے کے بعد صرف پندرہ منٹ کیلئے اساتذہ و طلباء جمع ہو کر چند افراد "ختم خواجگان" پڑھ لیں اور چند افراد منزل پڑھ لیں پھر سب ملکر

اپنے لئے مدرسہ کیلئے طلباء، اساتذہ کیلئے دعا کرلیں اس کے بعد اپنے اسباق میں مشغول ہو جائیں۔

روزانہ حفظ وناظرہ کے درجات میں چھٹی سے پانچ منٹ قبل اس طرح دعا کا اہتمام کریں:

یا اللہ! آج صبح سے اب تک ہم نے جتنا قرآن پاک پڑھا اور سنا ہے اس کا ثواب تمام انبیاء علیہم السلام کو عطا فرما نیز ان کے صدقہ میں تمام صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین فقہاء محدثین اولیاء وعارفین اور تمام مومنین، مومنات اور مسلمین، مسلمات کو عطا فرما خصوصاً جن حضرات نے اپنے یا اپنے اعزہ واحباب کیلئے ہم سے دعا کی درخواست کی ہے انہیں بھی اس میں شامل فرما۔

یا اللہ! ہم سب کو قرآن پاک کی برکتوں سے نواز، ہمیں اس کو صحیح طریقہ پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، نیز ہمیں دین اور دنیا کی راحتیں نصیب فرما ہم سب کے اور تمام مسلمانوں کے جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! اس ادارے اور دین کی تمام درس گاہوں کی حفاظت فرما، ان درس گاہوں کی غیب سے مدد فرما کر ہر ضرورت کو پورا فرما۔ تمام اساتذہ وملازمین، منتظمین ومعاونین اور محبین کے جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت فرما اور سب کو اس کی برکت سے ایمان کامل اعمال صالحہ، اخلاص نیت اور جذبہ ایثار وہمدردی عطا فرما، ان سب کو تمام امراض ظاہری وباطنی سے شفاء کاملہ وعاجلہ مستمرہ عطا فرما ان کی اولاد کو نیک وصالح بنا تمام مسلمانوں کو رزق حلال عطا فرما حرام، فسق وفجور اور نفاق سے حفاظت فرما۔

یا اللہ! پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کی حفاظت فرما دشمنان دین کے دجل وفریب سے مسلمانوں کے ممالک کی حفاظت فرما اور تمام مسلم ممالک میں اتحاد واتفاق عطا فرما، عالم اسلام کے مسلمانوں کو غلبہ قوۃ وشوکت عطا فرما۔

یا اللہ! ہم سب کی یہ تمام دعائیں قبول فرما، تو ہم سب سے راضی ہو جا اور ہمیں راضی کردے (آمین) وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین۔

نوٹ: تمام مدارس کے منتظمین واساتذہ طلباء کے ساتھ ان دعاؤں میں شریک ہوں ان شاء اللہ ان کی برکت سے حق تعالیٰ مدارس کی غیب سے امداد فرمائیں گے۔ فقط

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقونo الذی جعل لکم الارض فراشا والسمآء بنآء وانزل من السمآء مآءً فاخرج بہ من الثمرٰت رزقاً لکم فلا تجعلوا للّٰہ اندادا وانتم تعلمونo وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآء کم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقینo فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اُعدت للکٰفرینo

تعلیم توحید

یٰایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گزر چکے ہیں عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ۔ف: شاہی محاورہ میں ''عجب نہیں'' کا لفظ وعدہ کے موقع میں بولا جاتا ہے الذی جعل لکم الارض فراشا (الی قولہ تعالی) رزقا لکم وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے فلا تجعلوا للّٰہ اندادا وانتم تعلمون اب تو مت ٹھہراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو۔ف: یعنی اس بات کو جانتے ہو کہ ان تصرفات کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی کرنے والا نہیں تو اس صورت میں کب زیبا ہے کہ خدا کے مقابلہ میں دوسروں کو معبود بناؤ اس کے بعد رسالت کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نبوت کی صاف بے غبار دلیل معجزہ ہوا کرتا ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کو بھی بے شمار معجزے عطا ہوئے جن میں سے سب

سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہے کہ اثبات نبوت کی بڑی دلیل ہے اس کے معجزہ ہونے میں مخالفین کو یہ شبہ تھا کہ شاید اس کو رسول اللہ ﷺ خود تصنیف کرلیا کرتے ہوں تو اس صورت میں اس کا معجزہ ہونا محل کلام میں ہوگیا پس دلیل نبوت مشتبہ ہوگئی اس لئے اللہ تعالیٰ اس اشتباہ کو اگلی آیت میں رفع فرماتے ہیں تا کہ اس کا معجزہ ہونا ثابت ہوجاوے پھر نبوت پر قطعی دلیل بن سکے۔

برہان رسالت

وان کنتم فی ریب (الی قولہ تعالی) کنتم صدقین اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو (کیونکہ آخر تم بھی عربی زبان داں ہو بلکہ پیغمبر ﷺ تو مشاق بھی نہیں اور تم مشاق ہو جب باوجود اس کے نہ بنا سکیں گے تو بشرط انصاف بلا تامل ثابت ہوجاوے گا کہ یہ معجزہ من جانب اللہ ہے اور بلاشبہ آپ پیغمبر ہیں اور یہی مقصود تھا) اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ (تجویز کرر کھے) ہیں اگر تم سچے ہو۔

انذار کافرین

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا (الی قولہ تعالی) اعدت للکفرین پھر تم اگر یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔ ف: یہ سن کر کہ قیامت تک بھی نہ کرسکو گے کیسا کچھ جوش وخروش و پیچ وتاب نہ آیا ہوگا اور کوئی دقیقہ سعی کا کیوں اٹھا رکھا ہوگا پھر عاجز ہوکر اپنا سامنہ لے کر بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور یہ امر عادۃً محال ہے کہ کسی نے کچھ لکھا ہو اور گم ہوگیا ہو کیونکہ قرآن مجید کے حامی ہر زمانہ میں کم رہے ہیں جب یہ محفوظ چلا آتا ہے تو اس تحریر کے حامی ومددگار تو قرآن کی مخالفت میں ہر زمانہ میں حامیان قرآن سے تعداد میں زائد ہی تھے وہ کیسے ضائع ہوسکتا اس لئے یہ احتمال بالکل لغو ہے۔ ف: اس آیت مذکورہ میں منکرین قرآن کیلئے وعید مذکور تھی اب آگے تسلیم کرنے والوں کو بشارت سنائی جاتی ہے۔

(بیان القرآن ص۱۲)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو اللہ کیلئے ہو

(۱) عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لامرء مانوی فمن کانت هجرته الی اللّٰه ورسوله فهجرته الی اللّٰه ورسوله ومن کانت هجرته الیٰ دنیا یصیبها اومرأة یتزوجها فهجرته الیٰ ما ها جر الیه(رواه البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ’’سب انسانی اعمال کا دارومدار بس نیتوں پر ہے اور آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملتا ہے تو جس شخص نے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی (اور خدا اور رسول کی رضا جوئی واطاعت کے سوا اس کی ہجرت کا اور کوئی باعث نہ تھا) تو اس کی ہجرت درحقیقت اللہ ورسول ہی کی طرف ہوئی (اور بیشک وہ اللہ ورسول کا سچا مہاجر ہے اور اس کو اس ہجرت الی اللہ والرسول کا مقرر اجر ملے گا) اور جو کسی دنیاوی غرض کیلئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ’’مہاجر‘‘ بنا تو (اس کی ہجرت اللہ ورسول کیلئے نہ ہوگی بلکہ) فی الواقع جس دوسری غرض اور نیت سے اس نے ’’ہجرت‘‘ اختیار کی ہے عنداللہ بس اسی کی طرف اس کی ہجرت مانی جائے گی‘‘۔

(تشریح) حدیث کا جو ترجمہ اوپر کیا گیا ہے وہ خود مطلب خیز ہے اور نفس مفہوم کے بیان کیلئے اس کے بعد کسی مزید تشریح کی حاجت نہیں لیکن اس کی خصوصی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کے مطالب وفوائد پر کچھ اور بھی لکھا جائے۔حدیث کا اصل منشاء امت پر اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ تمام اعمال کے صلاح وفساد اور مقبولیت ومردودیت کا مدار نیت پر ہے یعنی عمل صالح وہی ہوگا اور اسی کی اللہ کے یہاں قدر وقیمت ہوگی جو صالح نیت سے کیا گیا ہو۔اور جو ’’عمل صالح‘‘ کسی بری غرض اور فاسد نیت سے کیا گیا ہو وہ صالح اور مقبول نہ ہوگا بلکہ نیت کے مطابق

فاسد اور مردود ہوگا اگرچہ ظاہری نظر میں ''صالح'' ہی معلوم ہو۔

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ عمل کے ساتھ نیت کا اور ظاہر کے ساتھ باطن کا بھی دیکھنے والا ہے اس کے یہاں ہر عمل کی قدر و قیمت عمل کرنے والے کی نیت کے حساب سے لگائی جائے گی۔

ایک غلط فہمی

کسی کو اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ جب دارومدار نیت ہی پر ہے تو اگر برے کام بھی کسی اچھی نیت سے کیے جائیں تو وہ اعمال صالحہ ہو جائیں گے اور ان پر بھی ثواب ملے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس نیت سے چوری اور ڈاکہ زنی کرے کہ جو مال اس سے حاصل ہوگا اس سے وہ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرے گا تو وہ بھی ثواب کا مستحق ہو سکے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ جو کام فی نفسہ برے ہیں اور جن سے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہے ان میں حسن نیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا وہ تو بہر حال قبیح اور موجب غضب الٰہی ہیں بلکہ ان کے ساتھ اچھی نیت کرنا اور ان پر ثواب کی امید رکھنا شاید ان کی مزید قباحت کا اور سزا میں زیادتی کا باعث ہو کیونکہ یہ اللہ کے دین کے ساتھ ایک قسم کا تلاعب (کھیل) ہوگا بلکہ حدیث کا منشاء ''اعمال صالحہ'' کے متعلق یہ جتلانا ہے کہ وہ بھی اگر کسی بری نیت سے کیے جائیں گے تو پھر وہ ''اعمال صالحہ'' نہیں رہیں گے بلکہ بری نیت کی وجہ سے ان کا انجام برا ہی ہوگا۔ مثلاً جو شخص نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتا ہے جس کو ہم اعلیٰ درجہ کا عمل صالح سمجھتے ہیں وہ اگر یہ خشوع و خضوع اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کی دینداری اور خدا پرستی کے متعلق اچھی رائے قائم کریں اور اس کا اعزاز و اکرام کیا جائے تو اس حدیث کی رو سے اس کی یہ خشوع و خضوع والی نماز اللہ کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی یا مثلاً ایک شخص دار الکفر سے دار الایمان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور اس کیلئے ہجرت کی ساری مشقتیں اور مصیبتیں سہتا ہے لیکن اس کی غرض اس ہجرت سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی نہیں بلکہ کوئی اور دنیاوی غرض پوشیدہ ہے مثلاً دار الہجرت میں رہنے والی کسی عورت سے نکاح کی خواہش اس کی ہجرت کیلئے محرک ہوئی تو یہ ہجرت ہجرت اسلام نہ ہوگی اور اللہ کے ہاں اس کا کوئی اجر نہ ہوگا بلکہ الٹا گناہ ہوگا بس یہی ہے اس حدیث کا اصل منشاء۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O فرمایا سیاہ مرچ کا چبانا بیداری کی اچھی تدبیر ہے اور دماغ کو بھی مفید ہے ذکر کی حالت میں جن لوگوں کو نیند کا غلبہ ہو ان کے واسطے یہ علاج ہے کہ فلفل سیاہ کا ایک ایک دانہ منہ میں چباتے جاویں (اور شہد میں ملانے سے مقوی دماغ بھی ہے کذا فی مطب عبدالخالق عفی عنہ)۔

O فرمایا ہدیہ اگر بہت زیادہ ہوتا تھا تو طبعاً گراں گزرتا تھا لیکن کوئی شرعی دلیل اس کے اوپر نہ ملتی تھی۔ اب الحمدللہ ایک حدیث سے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ خوشبو کے متعلق حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ رد نہ کیا کرو اور علت یہ بیان فرمائی فانہ خفیف المحمل اس سے معلوم ہوا کہ ثقیل المحمل کا رد کر دینا جائز ہے۔

O فرمایا دہلی میں ایک خاندان کے لوگوں کے نام بسم اللہ بارک اللہ ماشاءاللہ وغیرہ کے طریق پر تھے۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام انہوں نے الحمدللہ رکھا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے سن کر فرمایا اب یہ خاندان ختم ہو جائے گا چنانچہ یہی ہوا اور پوچھنے پر فرمایا کہ اس لڑکی کا نام سن کر فوراً اس آیت کا خطور ہوا واخر دعواھم ان الحمد للہ رب العلمین اس سے میں نے یہی سمجھا۔

O فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیسے فہیم تھے کہ ان کو کچھ شبہات ہی پیش نہ آتے تھے وہ ضرور سوال کرتے اسی لیے بہت کم جگہ یسئلونک آیا ہے اور جہاں آیا بھی ہے وہاں سوال کے تابع ہو کر جواب نہیں دیا گیا بلکہ حکمت کے موافق جواب دیا ہے چنانچہ ایک جگہ یسئلونک عن الاھلۃ کے جواب میں جو ارشاد ہے وہ بظاہر سوال کے مطابق نہیں ہے کیونکہ سوال علت سے تھا جواب حکمت سے دیا گیا ہے اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زیادہ احتیاط فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش فہمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ سورہ انعام میں ایک جگہ لوشاء اللہ ما اشرکنا کفار کا قول نقل کر کے آگے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے اور دوسری جگہ یہی مضمون لوشاء اللہ ما اشرکنا خود ارشاد

فرمایا جس میں بظاہر تعارض ہے مگر تطبیق یہ ہے کہ کفار کے قول میں مشیت بمعنی رضا ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ حق تعالیٰ ہمارے شرک پر راضی ہے اس کا تو رد فرمایا گیا اور لو شاء اللّٰہ ما اشرکوا میں مشیت تکوینی ہے اور اس میں حضور ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ غم نہ فرماویں تکوینا یہی ہونا تھا تو اس فرق کو صحابہ کرام خود سلامت فطرت سے سمجھ گئے ورنہ وہ ضرور یہ سوال کرتے اور یہ فہم کامل صرف متکلم کی برکت سے عطا ہوا تھا۔ سو اول تو خوش فہمی سے شبہات ہی نہ ہوتے تھے اور اگر کچھ ہوتا بھی تو غایت ادب کے سبب ہمت سوال کی نہ ہوتی تھی بلکہ ان کی یہ خواہش رہتی تھی کہ اعراب آویں اور حضور ﷺ سے کچھ پوچھیں اور پھر وہ خواہش بھی معاملات واحکام کے دریافت کیلئے تھی نہ کہ کلام کے دقیق مسائل اور اعتراضات کے جواب کیلئے۔ اس باب میں ہماری طرح ان کو خلجان نہ ہوتا تھا۔

O فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے یہ تعویذ حضرت سید احمد صاحب رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ”خداوندا اگر منظور داری حاجتش را بر آری“ (کسی نے اہل مجلس میں سے عرض کیا کہ حضرت یہ کلام تو بہت خفیف تصرف سے منظوم بن سکتا ہے اس طرح ۔

خداوند اگر منظور داری ۔ بفضلت حاجت او را بر آری)

فرمایا ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کرنا بے ادبی سمجھتے ہیں تم شاعر ہو جو چاہو کرو۔ اور حضرت مولانا گنگوہی سے بھی ایک تعویذ منقول ہے۔ ”اے اللہ میں جانتا نہیں یہ مانتا نہیں یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام“۔

O فرمایا بعض صوفیہ کا قول مشہور ہے کہ جنان میں ایک ایسی جنت ہے جس میں نہ حور ہیں نہ قصور ہیں صرف اس میں رب ارنی رب ارنی ہے اور یہ قول صحیح نہیں اگر کشف ہے تب بھی غلط ہے کیونکہ نصوص کے خلاف ہے وہاں تعب نہیں جو اس قول سے لازم آتا ہے غالباً منشا اس قول کا یہ اشتباہ ہوا ہے کہ جس طرح دنیا میں وصول کامل نہیں ہوتا وہاں بھی نہ ہوگا اور اس کیلئے اشتیاق لازم ہے مگر اس شخص نے اس فرق کو نہیں سمجھا کہ دنیا میں تو جس درجہ کی استعداد ہوتی ہے اس درجہ کا بھی وصول نہیں ہوتا اس لیے تعب ہوتا ہے اور وہاں یہ نہ ہوگا بلکہ جس درجہ کی استعداد ہوگی اسی درجہ کا وصول ہو کر سوزش اور بے کلی نہ رہے گی گو وصول تام نہ ہو۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب

سالکین کے خطوط اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

حال: جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا استحضار ہوتا ہے تو امید بن جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ضرور بخش دے گا۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا سہارا ہی سب سے بڑا سہارا ہے ان شاء اللہ اسی سے امید ہے کامیابی اور نجات کی۔

حال: اور جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے خوف کو سوچتا ہوں تو پتہ نہیں کہ میرا کیا بنے گا بڑا فکر لاحق ہوتا ہے۔

ارشاد: یہ فکر ہی سبب نجات ہوگا۔

حال: حضرت جی یہ جو قرآن کریم میں سورۃ ہمزۃ میں تین وعیدیں آئی ہیں ایک عیب نکالنے پر دوسری طعنہ زنی پر تیسرے مال کے جمع کرنے پر اور اس کے گننے پر اس پر بڑا خوف طاری رہتا ہے۔

ارشاد: سورۃ ہمزۃ میں عیب جوئی طعنہ کی مذمت ہے اس سے پرہیز ضروری ہے البتہ ضرورت میں جائز ہے اور مال کے جمع کرنے پر جو وعید ہے اس سے مراد ہے کہ اس کی محبت اتنی ہو جائے کہ اس کے حقوق ادا کرنے سے مانع ہو جائے ایسی محبت میں گننا اور جمع رکھنا مذموم ہے مطلق جمع کرنا منع نہیں ہے۔

حال: اس دفعہ عمرہ کے بعد بیت اللہ شریف کی محبت اور ذہنی دھیان بنسبت مدینہ منورہ کے زیادہ محسوس ہوتا ہے اس معاملہ میں کچھ دل میں خلش سے رہتی ہے۔

ارشاد: بعض طبائع پر توحید کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے مرکز توحید بیت اللہ کی طرف دھیان زیادہ ہونا تقاضائے طبعی ہے کچھ حرج نہیں ہے اور عقلاً وسائط کے ساتھ محبت بھی ذوالواسطہ کے ساتھ ہی

محبت ہوتی ہے اس لئے واسطہ تو حید کے ساتھ محبت بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی محبت ہے مگر بعض طبائع پر واسطہ سے زیادہ تعلق ہوتا ہے یہ محبت کے رنگ ہیں اور سب میں مصالح ہیں فکر کی بات نہیں ہے نہ اصلاح کی ضرورت۔

حال: حضرت جی میں نے......اخبار لگایا ہوا ہے جی چاہتا ہے کہ ان کی کسی طرح سے امداد کی جاوے۔

ارشاد: میرے نزدیک اس زمانہ میں سب سے اہم اور بنیادی خدمت دین کی دینی مدارس کر رہے ہیں دین کے ہر شعبہ کا مرکز دینی مدرسہ ہی ہے تبلیغ اور جہاد تصنیف وتالیف غرضیکہ ہر نوع کی خدمت انہی مدارس سے انجام پا رہی ہے اس لئے ان کی خدمت ہر طرح سے لازم اور سب سے اہم اور مقدم ہے یہ دینی تعلیم کا شعبہ اتنا اہم ہے کہ عین وقت جہاد بھی اس کے قائم رکھنے کی ہدایت قرآن کریم میں دی گئی ہے فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة الاٰیة (پ۱۱) کی تفسیر دیکھ لیں اس سے تعلیمی شعبہ کی اہمیت وتاکید کا اندازہ ہوگا۔ اس کے علاوہ دوسری دینی خدمات میں بھی کچھ نہ کچھ حصہ لینا وقتی حاجت کے لحاظ سے مناسب اور کار خیر میں تعاون کا ذریعہ ہے اور موجب ثواب ہے مگر یہ سب وقتی ضروریات ہیں دائمی ضرورت علم دین کا بقاء اور اس کا تحفظ ہے اس میں زیادہ سے زیادہ تعاون کیا جائے اس کے استحکام سے تمام دینی شعبوں میں صحیح طور پر استحکام پیدا ہوگا اور اس کی سمت اور رخ بھی صحیح رہے گا ورنہ الذین ضل سعیهم فی الحیٰوة الدنیا وهم یحسبون انّهم یحسنون صنعا الاٰیة (پ۱۶) کے مصداق ہوگا اگر آپ کا زیادہ تقاضہ ہے تو کچھ مالی امداد کر دی جائے مگر اپنے ملک میں دینی مدارس کو مقدم رکھا جائے اور اس کو ترجیح دی جائے وہاں دوسرے حضرات بھی خدمات میں حصہ لے رہے ہیں اپنے ملک میں نظام اسلام کی کوشش کی جائے جو اس سے بھی اہم ہے باقی دعاء اخلاص کے ساتھ اس کیلئے کی جائے احقر بھی دعا گو ہے۔

حال: ذکرواذکار معمولات میں خیالات بکھرے رہتے ہیں۔

ارشاد: کشاکشا میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

تحقیق الجمعة فی القریٰ

گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم

حرف اول

از قلم: حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہم

الحمد لله وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد:

دین اسلام میں جمعہ کی نماز کی اہمیت وفرضیت بالکل واضح ہے حق تعالی کا ارشاد گرامی ہے یا یھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع ،الایة (۲۸)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت چھوڑ دیں اور جمعہ کی تیاری شروع کردیں اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی جمعہ کی فضیلت واہمیت اوراس کی تاکید اور فرضیت کے باوجود ترک پر سخت وعید موجود ہے لیکن یاد رہے کہ جمعہ کی نماز پانچ وقت کی نماز کی طرح نہ تو ہر شخص پر واجب ہے اور نہ ہی اس کا ہر جگہ ادا کرنا جائز ہے بلکہ اس کے نفس وجوب اور وجوب اداء کیلئے خاص شرطیں ہیں اسی لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر امام نے کچھ نہ کچھ شرط جواز جمعہ کیلئے ضرور لگائی ہے اسی لیے جنگل وبیابان میں جمعہ پڑھنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے جبکہ شہر میں جمعہ کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ وجوب جمعہ اور محل اقامت جمعہ سے تعلق ائمہ کرام نے جو شرائط ذکر فرمائی ہیں وہ انکی مذہب کی کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

امام اعظم حضرت ابوحنیفہ اور صاحبین حضرت امام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک صحت جمعہ کیلئے مصر شرط ہے ان کے نزدیک چھوٹے قصبہ اور گاؤں، دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ہاں اگر بڑا گاؤں، بڑا قصبہ ہو یا وہ جگہ فناء مصر ہو تو وہاں جمعہ جائز ہے فقہ حنفی کی معتبر

کتاب شامیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بلدہ کبیرہ کی جو تعریف نقل کی گئی ہے وہ یہ ہے:

عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح (ج۱ص۸۳۵)

اس عبارت سے واضح ہے چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

ادائیگی جمعہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کا یہ نہایت ہی عجیب طرز عمل دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے حضرات ایسی جگہ جمعہ پڑھ رہے ہیں جہاں کسی امام کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہیں ہے اسی طرح حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلدین حنفی کہلانے والے بھی ایسے گاؤں اور چھوٹے قصبات میں جمعہ پڑھتے ہیں جو عندالاحناف محل اقامت جمعہ نہیں ہے لیکن وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فرض ہم نے ادا کر دیا حالانکہ ایسے مقامات پر جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز کا فرض ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ بدستور ذمہ رہتا ہے اور اس کے ترک کا گناہ بھی ملتا ہے جو ایک عظیم خسارہ ہے۔ عام طور پر یہ صورت حال علم کی کمی اور مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے پیش آرہی ہے اس لیے اس کی ضرورت تھی کہ گاؤں میں جمعہ کی شرعی حیثیت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے اور دلائل کی روشنی میں واضح کر دیا جائے کہ چھوٹے گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا احقر کے والد ماجد یادگار سلف حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ کو اس ضرورت کا شدید احساس تھا چنانچہ آپ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور تحقیق الجمعة فی القری کے نام سے ایک نفیس اور نہایت عمدہ و جامع مضمون تحریر فرمادیا حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں جہاں اصل موضوع عدم جواز جمعہ فی القریٰ پر سیر حاصل اور نہایت مدلل و پرمغز کلام فرمایا ہے ساتھ ہی جیل میں نماز جمعہ کا حکم، حکم حاکم سے جمعہ فی القریٰ کا جواز، اسٹیشن کے پلیٹ فارم اور ہسپتال میں نماز جمعہ کا حکم تعدد جمعہ کا مسئلہ، فناء شہر میں جمعہ کا حکم، عیدین کا حکم جیسے اہم مسائل پر بھی آپ نے مدلل بحث فرمائی ہے بطور خاص جیل میں نماز جمعہ کے حکم پر آپ نے جو تحقیق تحریر فرمائی ہے اور اس میں مدلل انداز سے جس طرح اپنے مؤقف کی وضاحت اور

اشکال کا جواب لکھا ہے وہ یقیناً قابل ملاحظہ ہے۔

اس بارہ میں دوسرا موقف جیل میں جواز جمعہ کا ہے، جس کے دلائل محقق العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے محققانہ مضمون ''جیلوں چھاؤنیوں اور ائرپورٹ پر نماز جمعہ'' میں موجود ہیں۔ آپ کا یہ مقالہ فقہی مقالات جلد ۴ میں طبع ہو چکا ہے اہل علم اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت والد مکرم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ ۱۳۹۴ھ میں تحریر فرمایا تھا حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ نے اسے سماعت فرما کر اس پر تصدیقی کلمات بھی تحریر فرما دیئے تھے۔ ۱۴۱۷ھ میں نظر ثانی کے وقت اس میں بعض عنوانات کا اضافہ ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلّہ ''الحقانیہ'' میں اب پہلی مرتبہ اسے شائع کیا جارہا ہے حق تعالیٰ اسے نافع اور مقبول فرماویں اور حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کیلئے صدقہ جاریہ بنائیں اور عوام وخواص کو اس سے منتفع ہونے کی توفیق دیں آمین۔

فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ ولوالدیہ

خادم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا۔

تصدیق وتائید

ازحضرت اقدس فقیہ ملت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ

سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون وجامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از احقر جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

اہل حدیث صاحبان کے پروپیگنڈا سے متاثر ہوکر بہت سے احناف بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے لگے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث سے راجح وقوی طریقہ سے جو ثابت ہے یہی ہے کہ جیسے جنگلوں اور دریاؤں میں جمعہ نہ فرض ہے نہ ادا ہوتا ہے ایسے ہی چھوٹے گاؤں میں بھی نہ فرض ہے نہ ادا ہوتا ہے بلکہ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسے کہ فقہائے احناف نے تصریح کی ہے اور ظہر کے فرض کا ترک کرنا حرام ہے، قرآن شریف کے لفظ "وذروا البیع" اور "واذا رأوا تجارة اولهوا" سے بھی اس طرف اشارہ اور حدیثوں میں تصریحات ملتی ہیں۔

جو فائدے لوگ گھڑ رہے ہیں وہ تقریروں کے ہیں جو خطبہ کے علاوہ ہیں اور ان کے جمعہ میں فرض، واجب، سنت، مستحب ہونے کی کوئی نقل نہیں ہے، جمعہ کے جو احکام ہیں وہ وہاں کیلئے ہیں جہاں فرض اور صحیح ہوتا ہے، اس سے لوگوں کو ہر جگہ دھوکہ دے کر گنہگار بنایا جارہا ہے۔

تحقیق الجمعة فی القری (گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم) کا مضمون سنا واقعی مولانا نے بڑا کام کیا کہ مختصر طریق سے دلائل اور شبہات کو جمع کردیا ہے تا کہ لوگ دھوکہ میں آکر ثواب کے نام سے گناہ عظیم نہ سمیٹنے لگیں، گناہ کو ثواب نہ قرار دینے لگیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔

جمیل احمد ۲۳ ذیقعدہ ۹۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از حضرت مؤلف قدس سرہ

بعد الحمد و الصَّلوٰۃ :حدیث کے مطابق حنفی مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ عمل چلا آ رہا ہے کہ دیہات میں جمعہ ادا نہیں کیا جاتا پھر دیہات میں سے جن لوگوں کو فرصت ملتی ہے قرب وجوار کے شہروں میں آ کر جمعہ میں شرکت کرتے ہیں اور جو لوگ کسی شہر میں نہیں آتے وہ اپنے گاؤں میں نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کر لیتے ہیں۔

یہی معمول حضور ﷺ کے زمانۂ مبارک میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا کہ دیہات سے جمعہ پڑھنے کیلئے باری باری مدینہ طیبہ میں آیا کرتے تھے اور جو پیچھے رہ جاتے تھے وہ دیہات میں جمعہ ادا نہیں کرتے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے تفصیل آگے آ رہی ہے۔

مگر اب بعض حنفی لوگوں نے طرح طرح کے حیلوں سے دیہات میں جمعہ ادا کرنے کا جواز پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے، چنانچہ ہمارے علاقہ کے بعض دیہات میں بھی جمعہ شروع کر کے ایک مسئلہ پیدا کر دیا گیا ہے۔ان لوگوں کا حیلہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں علم دین سے ناواقفیت کی وجہ سے ہر گاؤں میں جمعہ ہونا چاہئے کیونکہ اس بہانہ سے لوگ جمع ہو کر تقریریں لیتے ہیں اور دینی مسائل سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں،غور سے دیکھا جائے تو علم دین سے واقفیت کا حاصل کرنا ہر زمانہ میں ضروری تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں علم دین مکمل طور پر ہر جگہ شائع نہیں ہو سکا تھا مگر اشاعت دین کیلئے گاؤں میں جمعہ کو قائم نہیں کیا گیا بلکہ دیہات سے باری باری جمعہ کے دن مدینہ طیبہ میں حاضری دیا کرتے تھے، جمعہ کے ساتھ مسائل دینی سے بھی واقفیت حاصل ہو جایا کرتی تھی ،اس لئے دین سے عدم واقفیت کی وجہ سے دیہات میں جمعہ کا قائم کرنا درست نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دین سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے وعظ وتقریر کی ضرورت ہے صرف عربی خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ پڑھنے سے یہ واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی ،اس لئے دینی واقفیت

اور تبلیغ دین وغیرہ کے جو فوائد بتلائے جاتے ہیں ان کا تعلق وعظ وتقریر کے ساتھ ہے اور وعظ وتقریر کے بعد جمعہ کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

اگر وعظ وتقریر کے ذریعہ علم دین کی اشاعت اور عقائد صحیحہ کی تبلیغ ہوتی رہے اور اس کے بعد نماز جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کی جائے تو اس سے بھی اشاعت دین کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے، پھر خواہ مخواہ جمعہ ادا کر کے مذہب حنفی کے خلاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ لوگ کبھی یہ کہتے ہیں کہ ''جس جگہ ایک دفعہ جمعہ شروع ہو جائے پھر اس کو بند کرنا نہیں چاہئے'' معلوم نہیں یہ مسئلہ ان لوگوں نے کہاں سے سمجھا ہے اور اس کی کیا دلیل وہ پیش کرتے ہیں؟ اگر اس جگہ میں جہاں جمعہ شروع کیا گیا ہے ادائے جمعہ کی شرطیں نہیں پائی جاتیں تو صرف جمعہ شروع کر دینے سے ہی اس جگہ میں ادائے جمعہ کی صلاحیت کیسے پیدا ہوسکتی ہے؟ الغرض بہت سے ایسے مقامات پر جمعہ کی نماز پڑھنے کا اہتمام ہو رہا ہے جو شرعاً محل اقامت جمعہ نہیں ہیں۔

زیر نظر مضمون میں شرعی حیثیت سے اس عنوان پر کلام کیا گیا ہے اور ایسے شبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے جن سے دیہات میں جمعہ کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور قبول فرماویں، آمین۔

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ:

حمد وصلوٰۃ کے بعد گذارش آنکہ بعض لوگوں کی طرف سے دیہات اور ہر ہر گاؤں میں جمعہ کے فرض ہونے کا اس زور وشور سے پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ اس سے متاثر ہوکر بعض حنفی مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب کے خلاف چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا شروع کردیا ہے اورانہوں نے فقہ حنفی کے دلائل اورعلماء احناف کی تحقیقات کو پس پشت ڈال کر ترک تقلید کا راستہ اختیار کرلیا ہے ،اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ مسئلہ جمعہ کے بارہ میں علماء احناف کی تحقیق کو شائع کردیا جائے اورمختصر طریقہ پران شبہات کا بھی ازالہ کردیا جائے جواس سلسلہ میں کئے جاتے ہیں تاکہ کسی حنفی مسلمان کے دل میں کسی شخص کی وسوسہ اندازی سے تردد اورتذبذب پیدا نہ ہوسکے۔

جمعہ پڑھنا کہاں جائز ہے

علماء احناف کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا صرف شہر اور قصبات اور ایسے بڑے گاؤں جو قصبات کی مانند ہوں محل اقامت جمعہ ہیں۔قرآن وحدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزعمل اور مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال سے یہ تحقیق پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کسی قسم کا تردد باقی نہیں رہ سکتا۔

جمعہ کب فرض ہوا؟

معتبر حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ مکہ معظّمہ میں ہجرت سے پہلے ہی نماز جمعہ فرض ہوچکی تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ مکہ معظّمہ میں بسبب غلبۂ کفار جمعہ قائم نہیں فرما سکے تھے لیکن اہل مدینہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے قائم کرنے کا حکم فرمادیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت جمعہ قائم اور جاری تھا، اس بات کو علماء اہل حدیث نے بھی تسلیم کیا ہے: چنانچہ علامہ شوکانی ’’نیل الاوطار‘‘ میں فرماتے ہیں: وذلك ان الجمعة فرضت على النبى صلى الله عليه وسلم وهو

بمكة قبل الهجرة كما اخرجه الطبراني عن ابن عباس فلم يتمكن من اقامتها هنالك من اجل الكفار فلما هاجر من هاجر من اصحابه الى المدينة كتب اليهم يامرهم ان يجمعوا فجمعوا انتهى (نیل الاوطار ج۳ص۲۴۵)

(ترجمہ) جمعہ ہجرت سے قبل نبی کریم ﷺ پر فرض ہو چکا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے مگر آپ ﷺ کفار کی وجہ سے مکہ معظمہ میں جمعہ قائم نہ فرما سکے، جب بعض صحابہ کرام نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو آپ ﷺ نے انہیں لکھا کہ وہ جمعہ ادا کریں چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے انہوں نے جمعہ قائم کیا۔

اور نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی قنوجی "عون الباری" میں نیز علامہ قسطلانی اور علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں، تحت قوله فهدانا الله له بان نص لنا عليه ولم يكلنا اى اجتهادنا لاحتمال ان يكون النبى صلى الله عليه وسلم علمه بالوحى وهو بمكة فلم يتمكن من اقامتها بها وفيه حديث ابن عباس عند الدارقطنى ولذلك جمع لهم اول ما قدم المدينة كما حكاه ابن اسحاق وغيره (فتح الباری ج۲ص۴۷۴)

شارحین حدیث کی تصریحات کے علاوہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات ثابت ہے۔

سنن ابی داؤد شریف میں ہے: عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب بن مالك رضى الله عنهما انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة يترحم لاسعد بن زرارة قال فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لاسعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فى هزم البيت من حرة بنى بياضة فى نقيع يقال له نقيع الخصمات قلت كم كنتم يومئذ قال اربعون (ج۱ص۱۳۷)

سنن ابن ماجہ میں ہے: كان اول من صلى بنا صلوة الجمعة قبل مقدم النبى صلى الله عليه وسلم من مكة۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جمعہ ہجرت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکا تھا اور مدینہ طیبہ چونکہ شہر تھا اور وہاں مسلمانوں کو جمعہ قائم کرنے کی قدرت بھی حاصل تھی اس لئے آپ ﷺ کے مدینہ میں ہجرت فرمانے سے بھی پہلے ہی آپ ﷺ کے ارشاد پر وہاں جمعہ قائم تھا۔

قباء میں جمعہ قائم نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

مگر بوقت ہجرت سرکار دو عالم ﷺ نے حسب روایت بخاری شریف قباء میں چودہ روز قیام فرمایا اور ایام اقامت قباء میں آپ ﷺ کو دو جمعے پیش آئے کیونکہ آپ ﷺ پیر کے روز قباء میں فروکش ہوئے اور پیر کے ہی روز پندرھویں دن مدینہ کو تشریف لے گئے مگر آپ ﷺ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا اور نہ اہل قباء کو حکم فرمایا کہ تم پر جمعہ فرض ہے، مدینہ میں جمعہ ہوتا ہے تم نے اب تک جمعہ کیوں قائم نہیں کیا؟۔

اگر حضور ﷺ مسافر تھے تو اہل قباء تو مقیم تھے وہ تو مسافر نہیں تھے اور پھر مسافر کیلئے بھی جمعہ افضل ہے، باوجود قدرت کے آنحضرت ﷺ کے ترک افضل کی کیا وجہ تھی؟ اور اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا اور گاؤں محل اقامت جمعہ ہوتا تو پھر بتلایا جائے کہ اہل قباء کے ترک جمعہ کی کیا وجہ تھی؟ جو صاحب بھی گاؤں والوں پر جمعہ کے واجب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان پر اس کا جواب واجب ہے۔

بخاری شریف میں ہے: کان الناس ینتابون الجمعة من منازلهم والعوالی الحدیث (ج ا ص ۱۲۳) لوگ اپنے ٹھہرنے کی جگہ اور بستیوں سے باری باری جمعہ پڑھنے آتے تھے۔

اس سے صراحۃً ثابت ہے کہ عوالی (مدینہ کے قریب بستیوں) سے لوگ مدینہ طیبہ میں باری باری آتے تھے کہ ایک جمعہ کو چند آدمی آتے اور باقی اپنے گاؤں میں رہتے اور دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت مدینہ میں آتی پہلی جماعت اپنے گاؤں میں رہتی اور جو لوگ اپنے گاؤں میں رہتے تھے وہ وہاں ظہر پڑھتے تھے انہوں نے وہاں کبھی جمعہ ادا نہیں کیا، اس سے واضح ہے کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں محل اقامت جمعہ نہیں ہیں اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو ان کے گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کا ضرور حکم فرماتے، جب آنحضرت ﷺ

نے ان کے ترک جمعہ پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ ان کے فعل کو برقرار رکھا تو ان کا یہ فعل تقریری حدیث ہو کر حجت ہو گیا۔

حاصل یہ کہ چھوٹے گاؤں میں نہ تو جمعہ ادا ہوتا ہے کہ وہ محل اقامت جمعہ نہیں ہیں ورنہ تو آنحضرت ﷺ اہل قباء اور عوالی کو اقامت جمعہ کا ضرور حکم فرماتے اور نہ ہی ان کو جمعہ کے ادا کرنے کیلئے شہر میں جانا فرض ہے۔

اور بخاری کی حدیث مذکور میں جو بعض اہل عوالی کا باری باری مدینہ منورہ آ کر جمعہ میں حاضری کا ذکر ہے وہ تحصیل برکات اور زیارت رسول مقبول ﷺ کیلئے تھا، مدینہ منورہ میں جمعہ کیلئے آنا ان پر فرض نہیں تھا ورنہ تمام اہل عوالی پر مدینہ منورہ حاضر ہو کر جمعہ کا ادا کرنا ضروری ہوتا اور وہ اس طرح باری باری حاضر نہ ہوتے۔ علامہ ابن حجر علامہ قرطبی کا رد کرتے ہوئے یہی فرماتے ہیں: لانہ لو کان واجبا علی اہل العوالی ما تنا وبوا ولکانوا یحضرون جمیعاً، انتھی۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے فرض ہونے کیلئے کسی خاص بستی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ چھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ فرض ہے ان کا یہ کہنا دعویٰ بلا دلیل ہی نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی خلاف ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

مکہ مکرمہ میں جمعہ کے فرض ہونے پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ آیت جمعہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بہت سے احکام ایسے ہیں کہ حکم پہلے نازل ہوا اس کے بعد اس کے بارہ میں آیت نازل ہوئی، یہ آیت بھی ایسی ہی آیات میں سے ہے کہ اس کا حکم پہلے نازل ہو چکا تھا بعد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر اتقان میں لکھا ہے: النوع الثانی عشر ما تأخر حکمہ عن نزولہ وما تأخر نزولہ عن حکمہ الی ان قال ومن امثلتہ ایضاً اٰیۃ الجمعۃ فانھا مدنیۃ والجمعۃ فرضت بمکۃ۔

قرآن کریم کی بعض آیات ایسی ہیں وہ خود تو بعد میں نازل ہوئیں لیکن ان کا حکم پہلے

نازل ہو چکا تھا جیسے آیت جمعہ کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جبکہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا۔اس لئے جن علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جمعہ کی فرضیت بعد ہجرت کے مدینہ طیبہ میں اس آیت سے ہوئی ہے اگران کی مراد اس سے یہ ہے کہ جس آیت سے جمعہ کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے وہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے تو یہ قول ان کا درست ہے اور جمعہ کے مکہ میں فرض ہونے کا مخالف نہیں ہے۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

بعض علماء کو حدیث ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعدجمعة جمعت فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہعلیہ وسلم بالمدینة لجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان قریة من قری عبد القیس (انتھی) سے گاؤں والوں پر وجوب جمعہ اور گاؤں کا محل اقامت جمعہ ہونے کا شبہ ہو گیا ہے مگر جواثی میں جمعہ ہونے سے گاؤں کے محل اقامت جمعہ ہونے پر استدلال اس لئے درست نہیں کہ جواثی گاؤں نہ تھا بلکہ شہر تھا۔

فی العینی شرح البخاری حکی ابن التین عن الشیخ ابی الحسن انھامدینة بالبحرین بعبدالقیس، قال امرأ القیس ؎

ورحنا کانا من جواثا عشیة تعالی النعاج بین عدل ومھب

یرید کانا من تجار جواثی لکثرة ما معھم من الصید اراد کثرة امتعة تجار جواثی قلت کثرة الامتعة تدل غالباً علی کثرة التجار وکثرة التجار تدل علی ان جواثی مدینة قطعاً لان القریة لایکون فیھا تجار کثیرون غالباً، انتھی۔

اور جواثی کو حدیث میں جو قریہ کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قریہ کا معنی مطلقاً آبادی کے ہیں، اس کا اطلاق بڑے شہروں پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ مکہ اور طائف باوجود ان کے بڑے بڑے شہر ہونے کے قرآن کریم میں ان پر قریہ کا اطلاق فرمایا گیا ہے، قرآن میں ہے: وقالوا

لولا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم (پ۲۵)

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر ہر گاؤں میں جمعہ فرض ہوتا تو مدینہ منورہ کے بعد صرف جواثی میں ہی سب سے پہلے جمعہ کیوں قائم کیا جاتا؟ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، جواثی اور مدینہ منورہ کے درمیان میں بستیاں اور گاؤں تھے یا مدینہ کے دوسرے اطراف وجوانب میں بستیاں آباد تھیں ان میں کیوں جمعہ قائم نہیں کرایا گیا؟ حالانکہ وفد عبدالقیس کا اسلام بہت متاخر اوران کی مدینہ میں آمد فرضیت حج کے بعد سن ۶ ھ یا سن ۹ ھ میں ہوئی تھی اور اس وقت تک مدینہ کے قرب وجوار میں بکثرت مسلمان ہو ہی چکے تھے بلکہ دور دراز کے مقامات میں بھی اسلام پھیل چکا تھا، اس لئے یہ بات کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ مدینہ منورہ اور بحرین کے درمیان میں اس قدر طویل فاصلہ کے باوجود کوئی بستی مسلمانوں کی تھی ہی نہیں، اس لئے جواثی کا یہ جمعہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ تھا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ جواثی گاؤں نہیں تھا بلکہ شہر تھا، اس لئے اس حدیث سے گاؤں میں جمعہ فرض ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف یہ اس کی دلیل ہے کہ ہر گاؤں محل اقامت جمعہ نہیں ہے ورنہ ہر بستی اور گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا صرف جواثی ہی میں کیوں ہوتا؟ اور عربی میں چونکہ شہر پر بھی قریہ کا لفظ بولا جاتا ہے اس لئے اس حدیث میں جواثی پر بھی قریہ کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔

آیت کے عموم کی بحث

بعض لوگوں نے آیت جمعہ یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ (الآیۃ) کے عموم سے شہر اور گاؤں کے ہر مسلمان پر جمعہ کا فرض ہونا سمجھ لیا ہے مگر یہ اس لئے درست نہیں کہ پہلے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آیت جمعہ کا نزول فرضیت جمعہ کے بعد ہوا ہے اس سے پہلے جمعہ فرض ہو چکا تھا اور جن لوگوں پر جمعہ فرض تھا اور جس جس جگہ فرض تھا یہ سب باتیں نزول آیت سے پہلے ہی معلوم اور مقرر ہو چکی تھیں اور آیت جمعہ کے نازل ہونے سے پہلے ہی جمعہ کے سب قواعد وضوابط طے ہو چکے تھے اس لئے اس آیت جمعہ کے مخاطب ہر جگہ کے مؤمن نہیں ہیں صرف شہر کے وہی معہود مؤمن اس کے مخاطب ہیں جن پر

فرضیت جمعہ مقرر ہو چکی تھی۔

جب گاؤں والے پہلے ہی سے اس آیت کے مخاطب نہیں ہیں اور یہ لوگ آیت کے عموم سے خارج ہیں تو پھر اس آیت سے گاؤں والوں پر جمعہ کا فرض ہونا کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ نزول آیت کے بعد بھی ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی گاؤں میں جمعہ قائم نہیں کیا گیا، اگر کسی شخص کو دعویٰ ہو کہ اس زمانہ میں قباء، عوالی وغیرہ کسی گاؤں میں جمعہ ہوتا تھا تو اس کے ذمہ اس کا ثبوت ہے۔ اب اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض تھا اور وہ آیت کے عموم میں شامل تھے تو کیا ترک جمعہ کر کے وہ نص قطعی کے تارک ہو رہے تھے؟ اور کیا نعوذ باللہ حضور ﷺ بھی ان کو اقامت جمعہ کا حکم نہ فرما کر حکم "بلغ ما انزل الیك من ربك" کے خلاف کر رہے تھے؟۔

اصل بات وہی ہے کہ گاؤں والے اس آیت کے عموم میں داخل ہی نہیں ہیں، اسی طرح جن احادیث میں عام لفظوں سے وجوب جمعہ کو بیان کیا گیا ہے ان میں بھی وہی لوگ مراد ہیں جن پر جمعہ فرض ہے اور دوسرے سب لوگ خارج ہیں جیسا کہ آیت شریف ان الذین کفروا سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون میں "الذین" لفظ موصول عام ہے مگر مراد اس سے وہی معدودے چند کافر ہیں جو سابقہ روز ازل میں کافر مقدر ہو چکے تھے جیسے ابوجہل وغیرہ نکل کفار کیونکہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی ہزاروں کافر مسلمان ہو کر فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ اگر اس آیت میں اسم موصول سے عموم جنسی مراد لیا جائے گا تو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا اس لئے لازماً اس موصول سے عہد خارجی مراد ہوگا اور ظاہر ہے کہ اسم موصول میں بھی لام تعریف کی طرح معنی جنس اور عہد وغیرہ کے ہوتے ہیں (برحاشیۂ کشاف)

اسی طرح آیت جمعہ کا موصول "الذین" بھی عہد خارجی کیلئے ہے اور اس سے مراد معہود اور مقرر مسلمان ہیں اس میں گاؤں والے داخل نہیں ہیں جس طرح کہ جنگلوں اور دریاؤں میں رہنے والوں کو یہ عموم شامل نہیں ہے اور جنگلوں اور دریاؤں میں کسی مجتہد کے نزدیک بھی جمعہ ادا نہیں ہوتا اور یہی حال ان تمام احادیث کا ہے جو فرضیت جمعہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ

گاؤں والے ان کے حکم میں شامل نہیں ہیں۔

جمعوا حیث ما کنتم کے عموم کا جواب

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد ’’جمعوا حیث ما کنتم ‘‘ (کہ تم جمعہ ادا کرو جہاں بھی ہو) میں بھی اگر چہ عموم امکنہ مراد ہے مگر اس سے اتنا عموم مراد نہیں جس سے ہر جگہ جمعہ کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہو ورنہ تو پھر جنگلوں اور دریاؤں میں بھی جمعہ کا فرض ہونا لازم آئے گا حالانکہ جنگلوں اور دریاؤں کو کسی مجتہد نے بھی اقامت جمعہ کا محل قرار نہیں دیا اور سب نے ان جگہوں کو فرضیت جمعہ سے مستثنیٰ کیا ہے، اب اگر کسی دلیل سے جنگل اور دریا مستثنیٰ کر لئے گئے ہیں تو ایسی ہی دلیل سے گاؤں والے بھی مستثنیٰ کئے جا سکتے ہیں۔

اگر آیت سے جمعہ کا ہر جگہ فرض ہونا ثابت ہوتا ہو تو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین میں جمعہ کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ کیا ظہر کیلئے کبھی اس طرح کا سوال کیا گیا ہے کہ اس جگہ پڑھی جائے یا نہیں؟۔

ایک عقلی قاعدہ

عقلی قاعدہ ہے کہ متکلم نے اپنی کلام سے جتنا عموم خود مراد لیا ہو اس کے کلام سے اسی قدر عموم مراد لیا جانا چاہئے ،مراد متکلم سے متجاوز عموم مراد لینا متکلم کی منشاٗ کے خلاف ہوگا۔اب جبکہ واقعہ یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت ﷺ میں کسی چھوٹے گاؤں میں کبھی جمعہ نہیں ہوا تھا اہل قباء اور اہل عوالی مدینہ کا یہ طرز عمل حضور ﷺ کی تقریر سے حجت ہو چکا تھا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا کوئی اور صحابی حضور ﷺ کے تعامل کے برخلاف گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا حکم کیسے دے سکتے تھے؟ اور ان حضرات کے کلام میں اتنا عموم کیسے مراد ہو سکتا ہے جس تعامل سے زمانہ نبوی ﷺ کی مخالفت لازم آتی ہو؟ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد جمعوا حیث ما کنتم (جمعہ ادا کرو جہاں بھی ہو) کے عموم میں گاؤں کو شامل کر کے گاؤں میں جمعہ کا حکم ثابت کرنا متکلم کی مراد کے بالکل خلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت جمعہ اسی طرح جن احادیث مرفوعہ یا موقوفہ میں عام لفظ وارد

ہوئے ہیں ان سب میں شہر والوں کا عموم مراد ہے گاؤں والے، اسی طرح صحاری اور بحار والے اس میں داخل نہیں ہیں ۔ اور جس کسی جگہ کو قریہ کہا گیا ہے اور وہاں جمعہ قائم ہوا ہے تو وہاں قریہ سے مراد آبادی اور بستی ہے چھوٹا گاؤں مراد نہیں ہے ورنہ تو زمانہ نبوی ﷺ کے دس سالہ تعامل اور حدیث تقریری کے ساتھ سخت مخالفت لازم آئے گی ۔

اور اگر بپاس خاطر بعض علماء یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض نہیں ہوا تھا بلکہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فرض ہوا تھا تب بھی اطراف مدینہ طیبہ قباء وغیرہ میں جمعہ کا قائم نہ ہونا اور عوالی مدینہ سے جمعہ کیلئے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مدینہ منورہ میں کبھی حاضر ہونا اور کبھی حاضر نہ ہونا اور عوالی میں جمعہ قائم نہ کرنا احناف کیلئے واضح دلیل ہے کہ گاؤں محل اقامت جمعہ نہیں ہے اور نہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے کہ وہ دوسرے شہر میں جاکر جمعہ ادا کیا کریں ۔

لا جمعۃ و لا تشریق الا فی مصر جامع کی تحقیق

(جمعہ اور تکبیر تشریق بڑے شہر میں ہے)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں جو اس کی تضعیف کی ہے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ علامہ نووی رحمہ اللہ کو اس کی اس سند پر اطلاع نہیں ہوئی ورنہ وہ ایسا نہ کہتے (عینی ج ۶ ص ۱۸۸)

اس کی صحیح سند یہ ہے: وروی ایضاً بسند صحیح حدثنا جریر عن منصور عن طلحة عن سعيد بن عبيدة عن ابی عبدالرحمٰن انه قال قال علی رضی اللّٰه تعالی عنه (لا جمعة و لا تشريق الا فی مصر جامع)

اصول حدیث کی رو سے صحابی رضی اللہ عنہ کا ایسا قول جس میں قیاس کو دخل نہ ہو حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حکماً مرفوع ہے اس لئے صحت جمعہ کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصر (شہر) کو شرط قرار دینا نص شارح علیہ السلام کے بغیر کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ کسی عبادت کی شرط رائے اور قیاس سے ثابت نہیں ہوسکتی، اور اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت جمعہ اور احادیث رسول ﷺ میں عموم امکنہ مراد نہیں ہے ورنہ اگر یہ

عام اور شہروں اور گاؤں سب کو شامل ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو اپنی رائے سے ہرگز مخصوص نہیں کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہمیشہ کے حاضر باش تھے اور وہ ہمیشہ یہی دیکھتے رہے تھے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی کسی گاؤں میں جمعہ نہیں ہوا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود علم کے کسی گاؤں والے کے ترک جمعہ پر سرزنش فرمائی، پس یہ حدیث تقریری اور نص قطعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم تھی جس کی بناء پر آپ نے فرضیت جمعہ کیلئے مصر (شہر) ہونے کو شرط قرار دیا ہے۔

تحریر بالا سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کا مرفوع ہونا اگر بلحاظ سند کے ضعیف بھی ہو تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر اور دس سالہ تعامل سے اس کی تائید ہو رہی ہے اس لئے اس کا ضعف مجبر ہوگیا اور بقاعدۂ محدثین یہ اثر علی رضی اللہ عنہ ضعیف نہیں رہا بلکہ حسن ہو کر حجت اور دلیل بننے کے قابل ہوگیا، ھذا ما ظھر لی الاٰن بتوفیق الملك المنان وللّٰہ الحمد علی التمام وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد سید الانام وعلی الہ وصحبہ الکرام وتابعیہ البررۃ العظام۔ (جاری)

....

مرسلہ : مولانا سجاد حسین وسندیوالی

ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات ورسومات

افادات: حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب قدس سرہ

دورِ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق خیالات

ایک رسم عرض کرتا ہوں وہ ماہ صفر کے بارے میں ہے، اب بھی صفر کا مہینہ چل رہا ہے اس ماہ کے بارے میں لوگوں کے عجیب وغریب خیالات ہیں اور یہ آج سے نہیں اسلام کے آنے سے پہلے جاہلیت کے دور میں بھی اس صفر کے متعلق لوگوں کے عجیب وغریب نظریات تھے۔

ایک نظریہ تھا کہ صفر کا مہینہ منحوس مہینہ ہے، نحوست والا ہے۔ اسلام سے پہلے کافر لوگ اس مہینہ کو ایسے سمجھتے تھے یہ تو نحوست والا مہینہ ہے۔ ایک نظریہ یہ تھا کہ انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جب انسان کو کاٹتا ہے تو انسان کو بھوک لگتی ہے کہتے تھے بھوک لگنے کا سبب یہی ہوتا ہے اس کو صفر کہتے ہیں، پیٹ میں ایک سانپ ہے شریعت نے فرمایا بالکل جھوٹ ہے غلط ہے دو نظریے ہو گئے۔ ایک تیسرا نظریہ یہ تھا کہ صفر جو ہے یہ پیٹ کا درد ہوتا ہے اگر ایک کو ہو گیا تو دوسرے کو ہو گا پھر تیسرے کو ہو گا پھر چوتھے کو ہو گا سب کو لپیٹ میں لے لے گا۔ اسلام نے فرمایا یہ بات بھی جھوٹی ہے کوئی ایسی بیماری نہیں ہے کہ ایک کو لگے تو دوسرے کو ضرور چمٹ جائے۔

زمانہ جاہلیت میں مہینے آگے پیچھے کرنا

اسی طرح صفر کے بارے میں ایک بات یہ بھی تھی کہ سال کے اندر چار مہینوں کو نہایت متبرک سمجھتے تھے ان کو کہتے تھے ''اشہر الحرم'' یعنی یہ عزت والے مہینے ہیں، ان مہینوں میں دشمن سے جنگ نہیں کرتے تھے، لڑائی نہیں کرتے تھے، اگر دشمن سامنے آجاتا تو صبر کرتے، حتی کہ باپ کا قاتل بھی ہوتا اس کو بھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ اشہر الحرم وہ کونسے مہینے تھے ''ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب'' یہ چار مہینے تھے ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔

لیکن جب ان کا خیال ہوتا کہ اس سال محرم کے مہینے میں بھی جس مہینے کو واجب

الاحترام سمجھتے تھے اس مہینے میں بھی جنگ کرنی ہے تو کیا کہتے؟ کہتے اس سال صفر پہلے آئے گا محرم بعد میں آئے گا حالانکہ محرم پہلے ہوتا ہے صفر بعد میں ہوتا ہے، کہتے صفر پہلے آئے گا، اس میں جنگ کر لیتے حالانکہ ہوتا تھا محرم، اس میں جنگ کر لیتے کہتے کہ اس دفعہ صفر پہلے آ گیا ہے محرم بعد میں آئیگا۔ تو اللہ جل شانہ نے قرآن پاک کی یہ آیت نازل فرمائی انما النسیء زیادة فی الکفر (سورۃ توبہ آیت ۳۷) یہ جو مہینوں کو آگے پیچھے کرتے ہو اس سے بھی تمہارا کفر بڑھ جاتا ہے پہلے بھی کافر ہو، اس غلط اقدام سے مزید تمہارا کفر بڑھ جاتا ہے اس طرح کے نظریات تھے صفر کے بارے میں۔

ماہِ صفر میں شادی نہ کرنا

ایک نظریہ جو آج کل ہمارے ہاں بھی پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں چنانچہ عام طور پر آپ دیکھیں گے کہ صفر کے مہینے میں آپ کو کوئی شادی ہوتی نظر نہیں آئے گی۔ صفر ختم ہوگا پھر شادیاں شروع ہو جائیں گی، صفر میں لوگ شادی نہیں کرتے، کہتے ہیں جو آدمی صفر میں شادی کرے گا صفر ہو جائے گی، بالکل بے کار ہو جائے گی اسی طرح اس مہینے میں نئی تعمیر نہیں کرتے اگر مکان بنوانا ہو کہتے ہیں پہلے صفر گزر جائے پھر بنوائیں گے یہ جاہلانہ نظریہ ہے اس مہینے میں کوئی تقریب منعقد نہیں کرتے کوئی خوشی ہو، مسافر سفر سے بخیریت واپس آ گئے ہیں دل چاہتا ہے تقریب منعقد کر لیں لیکن کہتے ہیں ابھی نہیں، صفر گزر جائے پھر کریں گے۔

حالانکہ صفر جو ہے یہ اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے اور یہ بھی کوئی منحوس مہینہ نہیں، اس لئے علماء اس کے ساتھ لفظ لگاتے ہیں "صفر الخیر" یعنی ایسا صفر والا مہینہ جو بھلائی والا مہینہ ہے کبھی کہتے ہیں "صفر المظفر" یعنی کامیابی والا مہینہ، یہ خیال نہ کروا کہ اس میں کوئی نحوست ہے۔

ایک من گھڑت حدیث

اور بعض لوگوں نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة "جو مجھے خوشخبری دے گا کہ صفر کا مہینہ ختم ہو گیا ہے میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا" تو معلوم ہوا کہ صفر کا مہینہ منحوس ہے تبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو مجھے

بتائے گا کہ صفر کا مہینہ ختم ہوگیا ہے ربیع الاول کا چاند چڑھ گیا ہے، میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفر کے مہینے میں نحوست ہے، یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ یہ وہی حضرات بتائیں گے جو حدیث کے ماہر ہیں ''محدثین'' جن کو حدیث کی پرکھ ہے، ہر آدمی کو مہارت نہیں آج تو کتابت کا دور ہے طباعت کا دور ہے جو چیز چاہو چھپوالو، غلط ہو صحیح ہو کوئی پوچھنے والا نہیں، اس دور میں کتابت بہت عام ہو چکی ہے مطابع بہت عام ہیں غلط سلط چیزیں چھپ رہی ہیں، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے محدث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ حدیث نہیں۔

اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب

لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب وہ نہیں جو انہوں نے سمجھا ہے بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بتادیا تھا کہ جب صفر ختم ہوگا اور ربیع الاول آئے گا تو ربیع الاول کی بارہ (۱۲) تاریخ کو آپ کا وصال ہوگا، آپ کا انتقال ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہوگی تو آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا کہ جو مجھے بتائے گا کہ صفر کا مہینہ ختم ہوگیا ہے اور ربیع الاول آچکا ہے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا وقت قریب آرہا ہے اس نے مجھے خوشی دی ہے میں اس کو خوشی دوں گا، جنت کی خوشخبری دوں گا تو اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا پھر یہی مطلب ہوگا کہ ربیع الاول میں چونکہ آپ کا انتقال ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہونے والی تھی تو آپ ﷺ کو پہلے بتادیا گیا تبھی آپ نے فرمایا کہ جو مجھے بتائے گا کہ صفر ختم ہوگیا ہے اور ربیع الاول جو ملاقات کا مہینہ ہے وہ آ گیا ہے تو مجھے خوشی ہوگی، گویا اس نے مجھے خوشی پہنچائی ہے میں اس کو خوشی پہنچاؤں گا۔ اس لئے یہ خیال غلط ہے کہ اس میں نحوست ہے بلکہ یہ بھی برکت والا مہینہ ہے۔

اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ مصائب کا، پریشانیوں کا مہینہ ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ بچپن میں ہم نے بھی یہ سنا تھا کہ نحوست والا مہینہ ہے اس میں بیماریاں آتی ہیں، پریشانیاں آتی ہیں، جب یہ چلا جاتا ہے تو پریشانیاں بیماریاں ختم ہوجاتی ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل بے حقیقت بات ہے۔

صفر کے آخری بدھ عید منانا

اور صفر کا جب آخری بدھ آتا ہے تو اس میں لوگ عید مناتے ہیں ہمیں بھی یاد ہے بچپن میں دیکھا تھا بعض جگہ سکولوں میں چھٹی کرتے ہیں، بعض جگہ درسوں میں بھی چھٹی کر لیتے ہیں، جو سمجھدار نہیں ہوتے خوشی مناتے ہیں اچھے اچھے کھانے پکاتے ہیں دوسروں کو بھی بھیجتے ہیں عید مناتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ کیا عید ہے؟ تو کہتے ہیں کہ جب صفر کا آخری بدھ آیا تھا تو حضور ﷺ پہلے بیمار تھے، آپ ﷺ کو تندرستی نصیب ہوگئی تھی، آپ نے غسل فرمایا تھا صحت کا آپ کی گھر والیوں نے بھی خوشی منائی جب انہوں نے خوشی منائی تو ہم بھی مناتے ہیں، شعر بھی بنایا ہوا ہے ؎

آخری چہار شنبہ آیا ہے ۔۔۔ غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے، مشہور مقولہ ہے ع دروغ گو را حافظہ نہ باشد

جو جھوٹا آدمی ہوتا ہے اس کا حافظہ بھی ختم ہو جاتا ہے، انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ صفر کے آخر میں تو حضور ﷺ کی مرض شروع ہوئی تھی، ۱۲/ربیع الاول کو انتقال ہوگیا تھا۔ اُلٹا یہ کہنا شروع کیا کہ صفر کے آخر میں آپ کی بیماری ختم ہوگئی تھی، حالانکہ شروع ہوئی تھی، ختم کہاں ہوئی تھی؟ کتنی غلط بات کہی، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ صفر کا آخری بدھ آیا ہے حضور ﷺ نے غسل صحت پایا ہے حالانکہ یہ روایت بھی غلط ہے، صفر کے آخر میں تو آپ ﷺ کا مرض شروع ہوا، پہلے بخار رہا، سر میں درد ہوا، پھر تکلیف بڑھتی گئی ۱۲ ربیع الاول کو انتقال ہوگیا۔ اس لیے یہ خیال غلط ہے کہ صفر کے آخری بدھ آپ کو تندرستی نصیب ہوئی۔

ایک واقعہ

حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے کہ ایک عالم پڑھایا کرتے تھے تو ان کا شاگرد آیا وہ امیر زادہ تھا تو باپ نے اس کو سکھایا کہ بیٹے! آج صفر کا آخری بدھ ہے استاد صاحب کو کہنا آج چھٹی کر لیں اور چھوٹے بچے بڑوں سے عیدی بھی مانگتے ہیں، استاد صاحب کو کہنا استاد جی عیدی بھی دیجیئے آج عید کا دن ہے، طالب علم آیا کہنے لگا استاد جی! عید کا دن ہے چھٹی کر دیں اور مجھے

عیدی بھی دیجئے استاد نے کہا نہیں بیٹا! یہاں تو کوئی عید نہیں ہے۔وہ استاد ماشاءاللہ بڑے قابل بھی تھے، عالم بھی تھے، بڑے ذی استعداد تھے، عربی فارسی سب زبانیں جانتے تھے انہوں نے فارسی زبان میں ایک رباعی بنائی، کاغذ پر لکھی اور اس طالب علم کو دی فرمایا اس کو لے لو جا کر اپنے باپ کو بھی دکھانا اور وہ رباعی یہ تھی ۔

آخری چہار شنبہ صفر　　مثل چہار شنبہ ہائے دگر

نہ حدیث دراں شدوارد　　نہ درو عید کرد پیغمبر

اس کا مطلب یہ ہے کہ ”صفر کا آخری بدھ بھی ویسے ہی ہے جیسے دوسرے بدھ ہیں اس کے متعلق کوئی خاص فضیلت نہیں آئی اور فرمایا نہ تو اس بدھ کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث شریف آئی ہے اور نہ حضور ﷺ نے اس بدھ کو کوئی عید کی ہے“ وہ طالبعلم گیا پھر اپنے باپ کو وہ پرچہ دیا۔ باپ ماشاءاللہ قدردان تھا اس نے جب دیکھا عالم نے مسئلہ بھی بیان کر دیا ہے اور مسئلہ بھی شعروں میں بیان کیا ہے تو پھر اس نے کپڑوں کا ایک جوڑا لیا اور مولانا صاحب کے پاس بھیجا قدردانی کی وجہ سے۔

میں عرض کر رہا تھا یہ بھی ہمارے ہاں ایک رسم ہے کہ ماہ صفر کو منحوس سمجھا جاتا ہے ایسے خیالات سے آپ بچتے رہیں۔

جب تقریب کرنی ہو، شادی کرنی ہو، کوئی تعمیر کرنی ہو اس مہینے میں بلا جھجک آپ کر سکتے ہیں، ان شاءاللہ کوئی ضرر نہیں ہوگا، کوئی نقصان نہیں ہوگا، یہ جاہلانہ خیالات ہیں۔

....

دعائے مغفرت کی درخواست

گذشتہ ماہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ اور جناب حافظ سید مصدوق حسین شاہ صاحب کے چچا جناب عبداللطیف شاہ صاحب اور حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد حسن معاویہ جھنگ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین ماہنامہ ”الحقانیہ“ سے تمام مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۱۱)

نذور اور ایمان

قولہ تعالیٰ: یایھاالذین امنوااوفوابالعقود

بیان اقسام النذر والایمان وتفصیل احکامھا

اعلم ان العقد اماان یکون بالنذراوباالیمین وکذالمعقود علیہ اماان یکون مباحا قربۃ اویکون مباحا غیرقربۃ اویکون محظورامعصیۃ فھذہ ستۃ انحاء وتفصیل احکامھا علٰی ماقال الامام الجصاص فی احکام القرآن لہ ان قولہ تعالٰی :"یایھاالذین امنوا اوفوابالعقود"قد اشتمل علٰی الزام الوفاء بالعھود وعلٰی الزام الوفاء بالنذر والایمان فان قیل :ھل یجب علٰی کل من عقد علٰی نفسہ یمینا او نذراا وشرطا لغیرہ الوفاء بشرطہ ویکون عقدہ لذلك علٰی نفسہ یلزمہ ما شرطہ واوجبہ قیل لہ:اماالنذور فھی علٰی ثلاثۃ انحاء منھا:نذرقربۃ فیصیر واجبا بنذرہ بعد ان کان فعلہ قربۃ غیرواجب الخ فذمھم علٰی ترك الوفاء بالنذور نفسہ وقول النبی ﷺلعمربن الخطاب :"اوف بنذرك حین نذران یعتکف یوما فی الجاھلیۃ "وقولہ ﷺ:"من نذر نذراسماء فعلیہ ان یفی بہ ومن لم یسمہ فعلیہ کفارۃ یمین "فھذا حکم ماکان قربۃ من النذور فی لزوم الوفاء بعین وقسم آخر:وھوماکان مباحا غیرقربۃ فمتیٰ نذرہ لایصیرواجبا ولا یلزمہ فعلہ فاذا ارادبہ یمینا فعلیہ کفارۃ یمین اذالم یفعلہ مثل قولہ للّٰہ علٰی ان اکلم زیدااوادخل ھذہ الدار اوامشی الی السوق۔فھذہ امور مباحۃ لاتلزمہ بالنذر لان مالیس لہ اصل فی القرب لایصیر قربۃ باالایجاب کماان مالیس لہ اصل فی الوجوب لایصیر

واجبا بالنذر فان اراد به اليمين كان يمينا وعليه الكفارة اذا حنث۔

والقسم الثالث :ماانذر بمعصية ۔نحوان يقول :للّٰه علي ان اقتل فلا نا اواشرب الخمراواغصب فلا ناماله فهذه امور هي معاص للّٰه تعالٰى لا يجوزله الاقدام عليها لاجل النذر وهي باقية على ماكانت عليه من الحظر وهذايدل على ماذكر ناه في ايجاب ماليس له بقربة من المباحات انها لاتصيرواجبة بالنذر كماان ماكان محظورا لا يصير مباحا ولاواجبا بالنذر وتجب فيه كفارة يمين اذا اراد يمينا وحنث لقوله ﷺ۔"لانذر في معصية اللّٰه وكفارته كفارة يمين "فالنذر ينقسم الى هذه الانحاء۔

نذر کی اقسام واحکام

سورۂ مائدہ کی آیت نمبرا اوفوابالعقود کے تحت نذر ویمین کی اقسام اوران کے احکام بیان فرمائے ہیں: نذر کی تین اقسام ہیں:

1۔ قربت کی نذر۔یہ ایسی نذر ہے کہ اس کے مان لینے کے بعد یہ واجب ہو جاتی ہے، ارشادنبوی بھی ہے کہ جس شخص نے کوئی نذر مانی تو اب اس کے ذمہ ہے کہ وہ اسے پورا کرے۔

2۔ مباح کام کی نذر۔یہ ایسی نذر ہے کہ جو قربت تو نہ ہو مگر مباح ہو پس اس کی جب نذر مانی تو اس کا وجوب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا کرنا ضروری ہوتا ہے،اگر اس سے یمین کا ارادہ کرے گا تو کفارہ ٔیمین لازم ہوگا بشرطیکہ جب تک وہ نہ کرے،مثلاً کوئی کہے اللہ کی قسم میرے ذمہ لازم ہے کہ میں زید سے کلام کروں یا میں اس گھر میں داخل ہوں گا،یا اس بازار میں چلوں گا،پس یہ امور مباحہ ہیں یہ نذر کی وجہ سے لازم نہیں ہوتے ،کیونکہ جس شے کی عبادت کے طور پر کوئی اصل نہیں وہ عبادت کے طور پر واجب بھی نہیں ہوتی جیسا کہ جس شے کی وجوب کی کوئی اصل نہ ہو اس کی نذر بھی واجب نہ ہوگی،پس اگر اس صورت میں یمین کا ارادہ کیا تو یمین ہوگی اگر اس نے یہ قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ ہوگا۔

۳۔ معصیت کی نذر۔معصیت یہ ہے مثلاً یوں کہے اللہ کی قسم فلاں شخص کو قتل کروں گا یا شراب پیوؤں گا یا فلاں کا مال غصب کروں گا،پس یہ امور اللہ تعالٰی کی معاصی میں سے ہیں،

نذر کی وجہ سے ان پر اقدام کرنا جائز نہیں ہے، یہ اپنی ممانعت پر باقی رہیں گے، البتہ اگر اس میں یمین کی نیت کی تو اس میں حانث ہوکر کفارہ یمین واجب ہوگا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ:

اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ یمین کا کفارہ ہے۔

قسم کا کفارہ

واما الایمان: فانها تعقد علی هذه الامور من قربة اومباح او معصية فاذا عقدها علی قربة لم تصر واجبة باليمين ولكنه يؤمر بالوفاء به فان لم يف به وحنث لزمته الكفارة وقد روی عن النبی ﷺ: انه قال لعبد اللّٰه بن عمر بلغنی انك قلت واللّٰه لاصومن الدهر فقال نعم :قال :افلا تفعل ولكن صم من كل شهر ثلاثة ايام فقال : انی اطيق اكثر من ذلك الی ان رده الی ان يصوم يوما ويفطر يوما فلم يلزمه صوم الدهر باليمين ؛فدل ذلك علی ان اليمين لايلزم بها المحلوف عليه ـولذلك قال اصحابنا فی من قال :واللّٰه لاصومن غدا ثم لم يصمه فلاقضاء عليه وعليه كفارة يمين والقسم الاخر من الايمان هوان يحلف علی مباح ان يفعله فلايلزمه فعله كمالا يلزمه فعل القربة المحلوف عليها فان شاء فعل المحلوف عليه وان شاء ترك فان حنث لزمته الكفارة والقسم الثالث ان يحلف علی معصية فلايجوزله ان يفعلها بل عليه ان يحنث فی يمينه ويكفر عنها لقوله عليه السلام "من حلف علی يمين فرای غيرها خيرا منها فليأت الذی هو خير ويكفر عن يمينه "وقال :(انی اذا حلف علی يمين فاری غيرها خيرا منها الافعلت الذی هو خير وكفرت عن يمينی) وقال اللّٰه تعالی :"ولا يأتل اولوا الفضل منكم والسعة ان يؤتوا اولی القربیٰ والمسٰكين والمهجرين فی سبيل اللّٰه وليعفوا وليصفحوا الا تحبون ان يغفر اللّٰه لكم "روی انها نزلت فی ابی بكر الصديق حين حلف ان لاينفق علی مسطح بن ا ثا ثة لما كان منه من الخوض فی امر عائشة فامر اللّٰه تعالی بالرجوع الی الا نفاق عليه۔

یمین کی اقسام واحکام

یمین میں پیش آنے والے امور تین قسم کے ہیں (۱) عبادت (۲) اباحت (۳) معصیت۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر بطور عبادت کے عقد کیا تو وہ یمین کی وجہ سے واجب نہ ہوگا لیکن اس کو پورا کرنے کا حکم کیا جائے گا، پس اگر وہ پورا کرے اور حانث ہوجائے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مباح فعل کے کرنے پر حلف اٹھائے تو اس کا کرنا لازم نہ ہوگا جیسا کہ محلوف علیہ بطور قربۃ کرنا لازم نہیں ہوتا، اگر چاہے تو محلوف علیہ کرلے اور اگر چاہے تو ترک کردے اگر حانث ہوگیا تو کفارہ لازم ہوگا۔ تیسری صورت معصیت پر حلف اٹھانا ہے، لہٰذا اس کا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کے ذمہ یہ لازم ہے کہ یہ حانث ہوجائے اور کفارہ یمین ادا کرے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ جس شخص نے ایسی قسم اٹھائی کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہے تو وہ بہتر کرلے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

معاملات

عقود، تصرفات، سزاؤں اور جرائم وغیرہ کے احکامات جن کا مقصد لوگوں کے آپس کے انفرادی یا اجتماعی تعلق کو منظم رکھنا ہے، ان احکام کی سات فروعات ہیں۔

۱۔ احکام احوال شخصیہ ۲۔ احکام مدنیہ ۳۔ احکام جنائیہ ۴۔ احکام مرافعات واجراءات مدنیہ یا جنائیہ ۵۔ احکام دستوریہ ۶۔ احکام دولیہ ۷۔ احکام اقتصادیہ ومالیہ

۱۔ احکام احوال شخصیہ

اس میں وہ معاملات شامل ہیں جن کا تعلق ابتداء آفرینش سے خاندان سے ہے تاکہ میاں بیوی اور رشتہ داروں کے تعلقات استوار رہیں۔

نکاح

قولہ تعالٰی :والمحصنٰت من المؤمنات والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیرمسافحین ولامتخذی اخدان ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھوفی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔

بیان جواز نکاح الکتابیات

قال فی التفسیرا ت الاحمدیة :یعنی احل لکم نکاح الحرائر والعفائف من الذین اوتواالکتاب من قبلکم وھم الیھود والنصاری ۔ وقال صاحب الھدایة : ویجوز تزوج الکتابیات لقولہ تعالٰی :"والمحصنت من الذین اوتواالکتاب "ای العفائفولافرق بین الکتابیة الحرة والامةوالمراد من المحصنات عندنا العفائف انما فسر المحصنات بالعفائف دون الحرائر رعایة لمذھبہ انہ یجوز نکاح الامة الکتابیة عندنا بخلا ف الشافعی فانہ یحملہ علی الحرا ئر رعایة لمذھبہ ھکذا فی الحسینی ونحن نقول المحصنات امابمعنی العفا ئف او الحرائر وعلٰی کل تقدیر فالتقیید بہ للاستحباب لا ن نکاح الامة و غیر العفائف ایضا حلال فیھا۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا حکم

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ٥ والمحصنٰت من المٔومنات والمحصنٰت من الذین اوتواالکتاب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولامتخذی اخدان ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھوفی الاٰخرة من الخسرین کے تحت کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کا مسئلہ بیان فرمایا تفسیرات احمدیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد اور پاکدامن عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب کی وجہ سے کتابیہ پاکدامن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کتابیہ عورت خواہ آزاد ہو یا باندی میں کوئی فرق نہیں ہے۔محصنات کا مصداق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:احناف نے محصنات کی تفسیر عفائف یعنی پاکدامن عورتوں سے کی ہے حرائر یعنی آزاد عورتوں سے نہیں کی تا کہ ہمارے مذہب کی رعایت ہو اسی وجہ سے ہمارے نزدیک کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے جبکہ امام شافعی نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ اپنے مذہب کی رعایت کیوجہ سے محصنات کو حرائر پر محمول کرتے ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ محصنات سے مراد عفائف ہوں یا حرائر بہر صورت یہ قید استحبابی ہے کیونکہ باندی اور غیر عفیفہ عورت کا نکاح بھی حلال ہے۔ (جاری ہے)

مولانا علی اسعد صاحب سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر حاضر کے درپیش مسائل اور دینی مدارس کا کردار

سامعین محترم! مدارس دینیہ کی مثال قلب کی سی ہے اگر عالم اسلام کو ایک جسد واحد قرار دیا جائے تو اس کا دل یہ مدارس دینیہ ہیں، کیونکہ اس وقت مدارس دینیہ ہر دینی تحریک اور ہر اصلاحی کاوش کو افرادی قوت عطا کر رہے ہیں، جیسے دل جسم کے تمام اعضاء کو مناسب مقدار میں خون پہنچاتا ہے اسی طرح مدارس اسلامیہ ہر ہر شعبہ میں بے لوث خدمات کیلئے مختتی، باوقار اور مخلص افراد مہیا کر رہے ہیں۔ آپ ماضی قریب اور دور حاضر پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس خطۂ ارضی پاکستان پر اسلام اور دین کے ساتھ رشتہ جوڑے رکھنے میں مدارس اسلامیہ کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔

سامعین گرامی! تحریک پاکستان کے حوالے سے اگر چہ ہمارے اکابر کی آراء ان کے افکار اور طریقہ کار میں اختلاف رہا ہے لیکن اس خطہ کو انگریزی تسلط سے آزاد کرانے میں سب ہی اکابر متفق نظر آتے ہیں، مسلمانان ہند کے رستے زخموں پر مرہم رکھنے والے، دم توڑتی انسانیت کیلئے پیغام مسیحائی لے آنے والے انہی مدارس دینیہ کے فضلاء تھے، جنہوں نے اپنے آرام وسکون کو تج کر کے، قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کر کے جزائر مالٹا کو اپنی شب بیداری، سجدہ ریزی اور دعاء سحرگاہی سے آباد کیا اور انگریز کو یہ خطہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نجانے کتنے ہیں

حضرات گرامی! دور حاضر کا ایک بڑا اہم چیلنج "تعلیم" کا مسئلہ ہے، اس وقت ہر حکومت اپنے بجٹ کا ایک بڑا حصہ تعلیم پر خرچ کر رہی ہے اور ہر ملک اپنی مقدار خواندگی بڑھانے کا خواہش مند نظر آتا ہے، مختلف سرکاری اور نجی ادارے شعبۂ تعلیم کی خدمت میں منہمک اور

مصروف نظر آرہے ہیں، لیکن اس میدان میں مدارس دینیہ کی خود کفیل، سادہ اور خاموش تحریک اپنے نتائج کی بار آوری اور ثمر آری میں کسی قابل قدر تعلیمی ادارے سے پیچھے نہیں ہے، یہ تحریک اپنے نیک مقاصد کے حصول میں نہایت کامیاب ہے حتی کہ اس وقت ہزاروں مدارس اسلامیہ ملک و بیرن ملک کے کم وبیش ۵ لاکھ افراد کو اعلیٰ دینی تعلیم مفت فراہم کررہے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی کی کفالت بھی کررہے ہیں۔

اسی طرح خواتین اسلام میں دینی تعلیم کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ جہاں ہمارے نونہال قرآن وحدیث کے علوم سے بہرہ مند ہوں وہیں بنات اسلام بھی دینی تعلیم سے محروم نہ رہیں، وفاق المدارس کے مجوزہ چار سالہ نصاب کو مکمل پڑھنے والی فاضلات کی گزشتہ سال کی تعداد آٹھ ہزار پانچ سو سینتالیس (۸۵۴۷) ہے اور اب تک کی فاضلات کی مجموعی تعداد سینتیس ہزار آٹھ سو ساٹھ (۳۷۸۶۰) ہے اور مختلف مراحل کو ملا کر امتحان دینے والی طالبات کی تعداد دو لاکھ ننانوے ہزار دو سو اٹھتر (۲۹۹۲۷۸) اور مصروف حضرات کیلئے ایک سہ سالہ مختصر کورس ''دراسات دینیہ'' کے نام سے بھی شروع کیا گیا ہے تا کہ ایسے حضرات بھی ضروریات دین سے واقف ہوں جو زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔

دورحاضر کا ایک سنگین چیلنج معاشرتی اور سماجی بے راہ روی بھی ہے، پیدائش سے لیکر موت تک مختلف قسم کی دینی اور خاندانی رسوم وبدعات اس وقت ہمارے معاشرے کا جزو لاینفک بن چکی ہیں، ہمارے معاشرے کی اس بے اعتدالی نے نکاح کو مہنگا اور بدکاری کے ذرائع کو آسان اور سستا بنا دیا ہے، جہیز، مہندی اور اس طرح کی دیگر خرافات ہمارے مسلم معاشرے کو دیمک زدہ کررہی ہیں، نا اتفاقی، ناچاقی اور لڑائی جھگڑے ہمارے گھروں کا معمول بن چکے ہیں، جہیز میں وراثت کی نیت کرکے بہنوں اور بیٹیوں کے حقوق غصب کیے جارہے ہیں، ان حالات میں دینی مدارس کے فضلاء اپنی اپنی بساط کے مطابق اس چیلنج کا منہ توڑ عملی جواب دے رہے ہیں اور منبر ومحراب سے گونجنے والی پرکیف صدائیں ان خرابیوں کے انسداد کیلئے اہم کردار ادا کررہی ہیں، مدارس کے ترجمان، مجلات اور تعارفی پرچے ان منکرات کی روک تھام کیلئے قلمی جہاد کرتے رہتے ہیں۔

سامعین گرامی قدر! دور حاضر کا ایک چیلنج یہ بھی ہے کہ ہم اپنے صاف وشفاف دین کو احداث وابتداع کی ان آلائشوں سے پاک رکھیں جو اعمال کو بے کار محض بلکہ بعض اوقات ذریعہ سزاوعقاب بنا دیتی ہیں، بحمداللہ دینی مدارس کے فضلاء نے اس چشمۂ صافی کو اپنی اصل حالت پر برقرار رکھنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے، رافضیت، خارجیت، مرزائیت اور انکار حدیث جیسے فتنوں میں ہر ایک اتنا تندوتیز اور منہ زور تھا کہ اگر اللہ رب العزت نے اس دین متین کی حفاظت کا ذمہ نہ لے لیا ہوتا تو یہ باد صرصر آشیانہ اسلام کے شیرازہ کو بکھیر کے نابود کر چکی ہوتی اور یہ سیل رواں خس وخاشاک کی طرح سب کچھ بہا کر لے گیا ہوتا لیکن اللہ رب العزت نے ہر دور میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے ہیں جنہوں نے ہر فتنے کا بھرپور تعاقب کیا اور اس طرح چمن اسلام کے گرد ایک مضبوط دیوار کھڑی کر کے اس کو دست ہوس اور متبعین حرص وہوس سے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا، زمانہ قریب میں شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی، حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہم، فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی، حضرت مولانا محمد امین صفدر، حضرت علامہ زاھد الراشدی حضرت علامہ محمد تقی عثمانی اور دیگر حضرات کی بے مثال قربانی، جدوجہد اور انتھک محنتوں کو بھلایا نہیں جا سکتا، جزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیرا۔

محترم اساتذۂ کرام! دور حاضر کا ایک چیلنج بڑھتی ہوئی صنعتی ترقی اور اقتصادی ومعاشی میدان میں حیران کن پیش قدمی ہے، ہمیں اس سے انکار نہیں کہ موجودہ دور علم وفن، تحقیق وتدقیق اور اکتشافات جدیدہ کے میدان میں بہت آگے نکل چکا ہے مگر ساتھ ہی اس کے اظہار میں بھی ذرہ برابر تذبذب نہیں کہ دنیا اس نظام حیات سے بہت دور جا پڑی ہے جو انسانوں کو انسانیت بخشتا ہے اور انسانی مجد وشرف سے ہم آغوش کرتا ہے، یہ درست ہے کہ انسانی دماغ نے فضاء کو محکوم بنا لیا اور زمین کا سینہ چیر کر اس کے خزانے نکال لایا، یہ بھی واقعہ ہے کہ نئی ایجادات نے دنیا کی آنکھیں خیرہ کر ڈالیں اور انسانی جدوجہد اپنے شباب پر پہنچ چکی، لیکن اس کے ساتھ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت نہ اخلاق واعمال کی پاکیزگی باقی رہی اور نہ عقائد ومعاملات کی پختگی، نہ دلوں میں اخلاص وللّٰہیت کی روشنی رہی اور نہ سینوں میں امانت ودیانت کی جلوہ گری،

مختصر یہ کہ انسان سب کچھ ہے مگر آدمیت سے کوسوں دور ہے، دنیاء کفر کی معاشی واقتصادی ترقی کے سامنے ہم مسلمانوں نے بھی سر تسلیم خم کردیا اور اس معاشی نظام کو گلے لگالیا جس کی بنیاد سود پر تھی، ہمارے بینک، ہمارے مالیاتی ادارے کبھی کمیونزم سے متاثر ہوتے ہیں تو کبھی سرمایہ دارانہ نظام ان کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے ان کو یحسب ان ماله اخلده کی تھپکی دیتا ہے، عصر حاضر کا یہ ایک چیلنج تھا کہ اگر اسلام عالمگیر مذہب ہے تو ایسا معاشی نظریہ پیش کرے جو نفع بخش ہو لیکن سود سے پاک ہو، ایک ایسا نظام جو ایک طرف کمیونزم کی خلاف فطرت خرابیوں کا سدباب کر سکے تو دوسری طرف سرمایہ داری کے بے لگام گھوڑے کو نکیل ڈال دے، ایک طرف اشتراکیت کے سر پر ہتھوڑا ہو تو دوسری طرف سرمایہ داری کے بت کو پاش پاش کردے، اس چیلنج کے جواب کیلئے بھی مدارس دینیہ نے ہی امت مسلمہ کی رہنمائی کا قدیم فریضہ سرانجام دیا اور ایک ایسا معتدل نظام معیشت پیش کیا جس میں نفع ہے سود نہیں، جس میں تحفظ ہے لیکن کوئی فیس نہیں، خلافت راشدہ کے طرز پر مشارکت ومضاربت کی بنیادوں پر معیشت واقتصاد کے مسئلہ کو حل کیا گیا ہے اور یہ نظام عملاً جاری وساری ہے، والحمد للہ۔ مدارس اسلامیہ کی خدمات روز روشن کی طرح واضح ہیں، عصر حاضر کے درپیش مسائل میں دینی مدارس وجامعات کا کردار اور جدوجہد قابل قدر ہی نہیں لائق تقلید بھی ہے، مذہب اور ملت کا رشتہ جوڑے رکھنے میں مدارس دینیہ بنیادی کردار ادا کررہے ہیں، آخر میں علامہ اقبال کی رائے کو ذکر کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

یورپ کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی ہے، ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مکتبوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا! جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان ان مکتبوں سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمرا اور باب الاخوین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا (آئینہ آئین وقواعد ص ۴۰)

امداد السائل فی الاحکام والمسائل فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین حامیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں یہ کہ کیا اگر سر پر ٹوپی یا رومال باندھا ہوا ہو تو نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہ، ٹوپی اور رومال کی نوعیت کس انداز میں متشکل ہو اس میں تفصیلی جائزہ کی اس واسطے ضرورت ہے کیونکہ فقہاء اور صوفیاء کرام کا لائحہ عمل اس میں مختلف پایا گیا ہے جیسا کہ زادالمعاد اور حضرت بابا فرید شکر گنج رحمہما اللہ تعالیٰ کے ملفوظات اور احیاء العلوم سے واضح ہے۔

باسمہ تعالیٰ

الجواب بعون الملک الوھاب

صرف ٹوپی کے ساتھ نماز کا پڑھنا جائز ہے اگر چہ عمامہ کے ساتھ نماز زیادہ افضل اور باعث ثواب ہے، حدیث وفقہ اور کتب سیرت کی روشنی میں اس مسئلہ کی مختصر تحقیق درج ذیل ہے:

(۱) یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اکثریا اگر چہ یہ تھی کہ سر مبارک پر عمامہ باندھتے تھے لیکن کبھی کبھی ٹوپی عمامہ کے بغیر بھی پہن لیتے تھے جیسا کہ علامہ مجد الدین صاحب قاموس سفر السعادت میں لکھتے ہیں ”پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم ازار پای پوشیدہ وگاہ عمامہ بے کلاہ پوشیدہ وگاہ با کلاہ وگاہ کلاہ بے عمامہ“ (ص ۱۴۹)

اور علامہ ابن القیم نے زادالمعاد میں تحریر کیا ہے کانت لہ عمامة تسمی السحاب کساھا علیا وکان یلبسھا ویلبس تحتھا القلنسوة وکان یلبس القلنسوة بغیر عمامة ویلبس العمامة بغیر قلنسوة (ج۱ص۳۴)

اسی طرح علامہ علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ میں روایت فرماتے ہیں وروی الرویانی وابن عساکر بسند ضعیف عن ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس العمائم بغیر قلانس الخ (مرقات ج۸ص۲۴۶، طبع ملتان)

(۲) یہ عمامہ کا باندھنا چونکہ بر بناء عادت تھا نہ کہ بطور عبادت، اس لئے عمامہ کا باندھنا سنت عادیہ اور سنت زائدہ کہلائے گا اور ٹوپی کا بغیر عمامہ کے پہن لینا بھی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لئے وہ بھی سنت ہی ہوگا مگر یہ عمامہ باندھنے سے کم درجہ کی سنت ہوگی اس لئے کہ غالب حالات میں کثرت کے ساتھ عمامہ ہی کا استعمال ثابت ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی نیت سے عمامہ باندھنا ہی افضل اور زیادہ ثواب کی بات ہوگی، مگر ٹوپی کے پہننے کو بھی مفضول درجہ کی سنت کہا جائے گا۔

(۳) عمامہ کا باندھنا چونکہ سنت عادیہ اور سنت زائدہ ہے اس لئے اس کا اتباع اگرچہ افضل اور ثواب کی بات ہے مگر اس کے ترک پر کوئی مواخذہ اور کسی قسم کی ملامت نہیں ہے۔

(۴) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ کا باندھنا اور صرف ٹوپی کا پہننا دونوں باتیں ثابت ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ نے دونوں طریقہ پر نماز بھی ادا فرمائی ہوگی جس وقت عمامہ باندھا ہوا ہوگا اس وقت نماز بھی عمامہ کے ساتھ ادا فرمائی ہوگی اور جس وقت صرف ٹوپی ہی سر مبارک پر ہوگی اس وقت ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھی ہوگی اور یہ بات خلاف ظاہر ہے کہ ٹوپی پہننے کی حالت میں اگر نماز کا وقت آجاتا تھا تو آپ نماز ادا کرنے کیلئے اہتمام کر کے عمامہ کا انتظام فرماتے تھے اور صرف ٹوپی کے ساتھ نماز ادا نہیں فرماتے تھے جو اس کا دعویٰ کرے اس کو اس پر دلیل قائم کرنی چاہئے۔

اس سے واضح ہے کہ سنت کے مطابق یہی طریقہ ہے کہ پہلے سے اگر عمامہ باندھا ہوا ہے تو عمامہ سے نماز ادا کرے اور اگر ٹوپی پہنے ہوئے ہے تو ٹوپی سے ہی ادا کرلے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین اور مشائخ عظام رحمہ اللہ کا طریقہ تھا کہ وہ ٹوپی سے بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔

بخاری شریف میں ہے کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة (ج ا ص ۵۶) اور بخاری میں ہی ہے وضع ابواسحق قلنسوته فی الصلوة ورفعها (ج ا ص ۱۵۹)

فقہاء کرام نے بھی نماز میں عمامہ کو مستحب ہی لکھا ہے۔

کبیری شرح منیہ میں ہے والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلثة اثواب ازار وقمیص وعمامة (ص ۳۴۷) اور ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی، علامہ شامی نے اس پر بحث کر کے لکھا ہے وبه یظهر ان کون ترك المستحب راجعاالی خلاف الاولی لایلزم منه ان یکون مکروهاالابنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلابدله من دلیل (شامی ج ۱ ص ۶۱۱)

اسی طرح کبیری میں اوپر کی عبارت کے بعد لکھا ہے ولوصلی فی ثواب واحد متوشحابه جمیع بدنه کمایفعله القصارفی المقصرة جازمن غیر کراهة مع تیسروجودالظاهرالزائد ولکن فیه ترك الاستحباب (ص ۳۴۷)

اس میں بغیر عمامہ کی نماز میں کراہت کی صراحۃً نفی کر دی گئی ہے۔

اور درمختار میں ہے وصلٰوته حاسرا ای کاشفارأسه للتکاسل ولابأس به للتذلل واما للاهانة بهافکفر ولوسقطت قلنسوته فاعادتهاافضل الخ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں وفی الدرعن التتارخانیة منیه والظاهران افضلیة اعادتها حیث لم یقصد بترکهاالتذلل علی مامر (شامی ج ۱ ص ۶۰۰)

اس سے واضح ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا بھی اس وقت مکروہ ہے جب سستی کی وجہ سے ہو، تو صرف ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کو کیسے مکروہ کہا جا سکتا ہے جبکہ اس کا استعمال عادت کے طور پر ہو سستی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ننگے سر نماز پڑھنے کی نسبت ٹوپی سے نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ مکروہ نہ ہوگا۔

دوسرے صرف قلنسوہ یعنی ٹوپی سے نماز پڑھنے کا جزئیہ لکھ کر اس پر کراہت کا حکم نہ لگانا اور یہ نہ کہنا کہ لا نه یکره بقاعدة السکوت عن البیان فی موضع الضرورة بیان اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

کیا ٹوپی ثیاب بذلہ سے ہے؟

ثیاب بذلہ ایسے لباس کو کہا جاتا ہے جس کو پہن کر عام طور پر مجمع میں آنا جانا گوارا نہ ہو،

صرف گھر میں ہی اس کو استعمال کیا جاتا ہو، جیسا کہ شامی میں ہے قال فی البحر وفسرها فی شرح الوقایة بمایلبسه فی بیته ولایذهب به الی الاکابر (ج اص ۵۹۹)

اب جو شخص ٹوپی کو پہن کر مجامع میں آتا جاتا ہے اور اس میں اس کو کچھ تکلف نہ ہوتا ہو اس کیلئے ٹوپی کیسے ثیاب بذلہ ہوسکتی ہے البتہ جو شخص صرف ٹوپی پہن کر مجامع میں نہ جاتا ہو اور اس کو اس سے قلب میں تنگی محسوس ہوتی ہو اس کے حق میں ٹوپی ثیاب بذلہ سے ہوگی، اس سے ایسی عبارات فقہیہ کا مطلب بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر عمامہ صرف ٹوپی کے ساتھ نماز مکروہ ہے کہ یہ کراہت مطلقاً ہر شخص کیلئے نہیں ہے بلکہ جس شخص کے حق میں ٹوپی ثیاب بذلہ ہو اس کیلئے اس کراہت کا حکم ہوگا اور یہ کراہت بھی تنزیہی ہوگی جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے عبارت مذکور کے بعد لکھا ہے والظاهران الکراهت تنزیهیة (ج اص ۵۹۹)

خلاصہ یہ ہے کہ ٹوپی سے نماز پڑھنا بغیر کراہت کے جائز ہے البتہ جو شخص اس کو ثیاب بذلہ سمجھتا ہو اور اس کو پہن کر مجامع میں جانے کو عار سمجھتا ہو صرف ایسے شخص کیلئے ٹوپی سے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

ایک غلطی کا ازالہ

اب ایک غلطی جو عام طور پر لوگوں کو اس مسئلہ میں لگی ہوئی ہے اس کا ازالہ کر کے اس جواب کو ختم کیا جاتا ہے، وہ غلطی یہ ہے کہ اکثر لوگ عمامہ کے بغیر ٹوپی سے صرف امامت کرنے کو ہی قابل اعتراض سمجھتے ہیں اور اکثر اس پر بحث ونزاع ہوتا ہے لیکن خود اپنی نماز بغیر عمامہ کے ٹوپی سے پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا، حالانکہ جس شخص کے حق میں ٹوپی ثیاب بذلہ ہے تو اس کیلئے صرف ٹوپی پر اکتفاء کرنا وسعت ہوتے ہوئے، جس طرح امامت میں مکروہ ہے اسی طرح اس کو اپنی تنہا نماز پڑھنا بلکہ مقتدی ہو کر نماز ادا کرنا بھی مکروہ ہے غرضیکہ امامت اور انفراد اور اقتداء سب کا ایک حکم ہے، امامت کی تخصیص نہیں ہے ایسے شخص کیلئے ٹوپی سے اپنی نماز ادا کرنا اور مقتدی اور امامت کرنا سب مکروہ تنزیہی ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

۲۱ر ربیع الاول ۹۱ھ

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار صفحات: ۱۴۲

تالیف: مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب ناشر: ادارہ اسلامیات

زیر تبصرہ کتاب میں جناب مؤلف زید مجدہم نے اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کے طریقہ کار کی نظریاتی اور عملی تفسیر بیان فرمائی ہے انداز اتنا شائستہ اور سہل ہے کہ طلباء وعلماء کے علاوہ تمام قارئین بھی با آسانی استفادہ کرسکتے ہیں۔

نام کتاب: اسلامی بینکاری اور غرر تالیف: مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب

صفحات: ۱۱۱ ناشر: ادارہ اسلامیات

زیر تبصرہ کتابچہ دراصل اس مقالے کا خلاصہ ہے جو مؤلف زید مجدہ نے پی ایچ ڈی کیلئے کراچی یونیورسٹی میں پیش کیا مؤلف نے اس کتابچہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلے حصے میں غرر کی تعریف اور اس کی مختلف اقسام بیان کی ہیں اور دوسرے حصے میں مختلف مالی معاملات میں غرر کا جائزہ لیا گیا ہے حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم کتاب کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے موضوع پر بلاشبہ اردو زبان میں یہ منفرد تحریر ہے اور امید ہے کہ اسلامی مدارس کے طلباء اور علماء اس سے خوب استفادہ کریں گے بالخصوص ہدایہ اخیرین اور تخصص فی الافتاء کے طلباء کیلئے اس کتاب کے مطالعہ کی خصوصی سفارش کی جاتی ہے تاکہ ان کیلئے دورہ حاضر کے مالی معاملات کو سمجھنا آسان ہو۔

نام کتاب: تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ تالیف: مولانا اعجاز احمد صمدانی

صفحات: ۱۴۱ ناشر: ادارہ اسلامیات

اس رسالہ میں مولانا اعجاز احمد صمدانی استاذ دارالعلوم کراچی نے معاشرے میں رائج انشورنس نظام میں موجود قباحتوں کی وضاحت کرتے ہوئے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اسے ناجائز کیوں کہا جاتا ہے نیز انشورنس کے متبادل نظام "تکافل کا اسلامی طریقہ کار" کو بھی عمدہ انداز میں دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اپنے موضوع پر یہ کتاب انتہائی آسان اور لاجواب ہے۔ (عبدالناصر ترمذی)

مفتی محمد عبداللہ صاحب چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۸ تا ۱۴ ذوالحجہ: جامعہ میں عید الاضحی کی تعطیلات رہیں اس کے بعد باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔

۱۷ ذوالحجہ: حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے اپنے عمِ محترم سید عبدالعلیم صاحب ترمذی کے گھر ناظرہ ختم قرآن مجید کی تقریب میں ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔

۲۰ ذوالحجہ: جامع مسجد بلال سرگودھا میں مولوی علی اسد سلمہ کا نکاح پڑھایا اور جمعہ پر بیان فرمایا اور نماز جمعہ پڑھائی۔

۲۲ تا ۲۹ ذوالحجہ: مختلف امور کے سلسلہ میں لاہور سے کراچی کا سفر فرمایا۔

۲۷ ذوالحجہ کو حضرت مولانا محمود اشرف صاحب عثمانی کے فرزند ارجمند کے ولیمہ میں شرکت فرمائی اور جامعہ دارالعلوم کراچی کی سالانہ تقریب تقسیم اسناد میں بھی شرکت فرمائی، نیز صدر دارالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم سے بطور خاص ملاقات کی۔ علاوہ ازیں بہت سے اہل علم حضرات سے ملاقات اور مختلف موضوعات پر بات چیت فرمائی۔

۳ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ: جامعہ محمودیہ سرگودھا کے اجلاسِ شوریٰ میں شرکت فرمائی۔

۴ محرم الحرام: جامعہ ہذا میں بعد نماز عصر درس قرآن مجید دیا۔

۸، ۹ محرم الحرام: مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ محمد عبدالغفار تونسوی صاحب مدظلہم نے جامعہ ہذا میں دو روزہ رد رافضیت پر علماء کرام میں درس دیا۔

۸ محرم الحرام: حضرت صدر جامعہ اور جامعہ کے صدر مدرس نے بمقام ہندواں تحصیل ساہیوال کے سالانہ جلسہ میں خطاب فرمایا۔

۹ محرم الحرام: مدرسہ فتحیہ امدادیہ سلانوالی میں ماہانہ درس قرآن مجید دیا۔

۱۰محرم الحرام: حضرت صدر نے جامعہ میں علماء کرام کو حدیث مسلسل بیوم العاشوراور چند دیگر مسلسلات کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۱محرم الحرام: جمعۃ المبارک کی ادئیگی کے بعد ٹھٹھی راجو میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔

۱۳محرم الحرام: تحصیل ساہیوال محلّہ سلطان ٹاؤن میں مولوی محمد فاروق صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ وسابق متعلم جامعہ حقانیہ کے بیٹے برخوردار حافظ محمد اویس سلمہ کی تقریب تکمیل حفظ کے موقع پر بیان ہوا۔

حافظ محمد اویس سلمہ نے صرف آٹھ سال کی عمر اورایک سال کی مدت میں قرآن کریم حفظ کی سعادت حاصل کی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے آمین۔

بعد نماز مغرب جامعہ حقانیہ چاوے والا تحصیل ساہیوال میں حفظ قرآن کی تقریب میں بیان فرمایا۔

۱۴محرم الحرام: بعد ظہر جامعہ حقانیہ میں ایک تقریب کا انعقاد ہوا جس میں برخوردار عزیز حافظ محمد اویس سلمہ ابن مولوی محمد فاروق صاحب کے حفظ قرآن کے سلسلہ میں بیانات ہوئے تمام اساتذہ کرام اورطلباء درجہ قرآن وکتب وتخصص نے اس میں شرکت کی۔

صدر جامعہ نے اس میں خصوصی بیان کیا اورحافظ محمد اویس سلمہ اوراس کے والدین اعزہ واقارب کو اس پرمسرت موقع پر مبارک باد پیش کی اوردعا کرائی۔

۱۹محرم الحرام: درجہ کتب وتخصص کے طلباء میں قاری زکریا زکی صاحب نے نظم ونعت پیش کی اورمولانا اشرف علی صاحب صدر جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا نے بیان کیا جبکہ حضرت صدر جامعہ نے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شیخ محمد موسیٰ روحانی بازی قدس سرہ العزیز کا عربی قصیدہ جس میں اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے فراق پر حسرت کے چند آنسو بہائے گئے ہیں اپنے خاص انداز میں پڑھ کر سنایا۔اوردعا پر یہ مختصر تقریب ختم ہوئی۔

مسجد عمر سلانوالی میں عشاء کے بعد درس قرآن کریم دیا۔

مرسلہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم خواجگان چشت

اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف

360 مرتبہ

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا مَلْجَأً وَلَا مَنْجَأً مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ

تعوذ اور تسمیہ کے بعد

360 مرتبہ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

360 مرتبہ

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا مَلْجَأً وَلَا مَنْجَأً مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ

اس کے بعد جو دعائیں مانگی جائیں بزرگوں کا تجربہ ہے کہ وہ قبول ہوتی ہیں۔